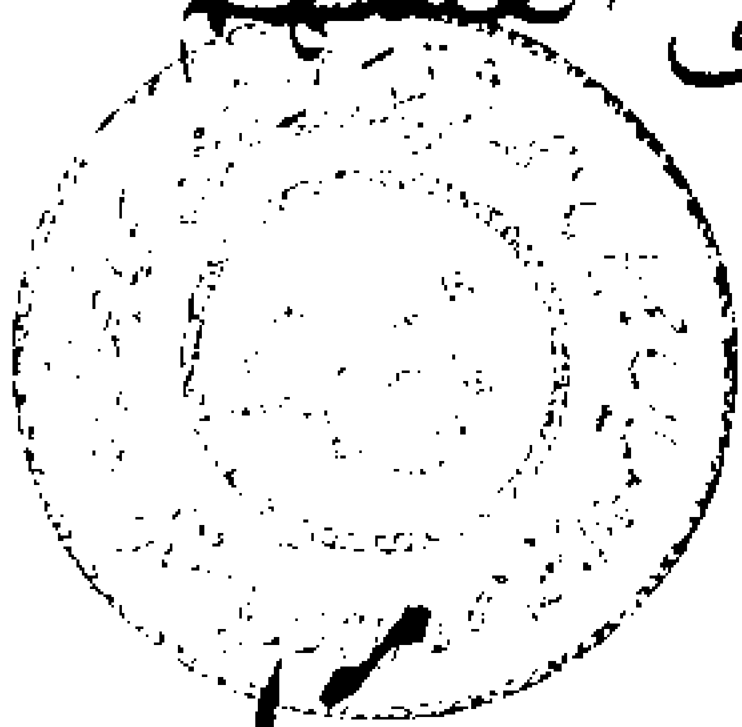
# خدا کی ہستی کے دلائل




مرتب:
علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ



# خدا کی ہستی کے دلائل

حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی



مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد
فون : ۶۲۶۰۴۶

تزئین واہتمام
سیّد حمایت رسول قادری




| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | -------- | خدا کی ہستی کے دلائل |
| مؤلف | -------- | حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہٗ |
| کمپوزنگ | -------- | صبح نور کمپیوٹرز |
| صفحات | -------- | 196 |
| اشاعت | -------- | دوم ۲۰۰۴ء |
| تعداد | -------- | 1100 |
| مطبع | -------- | اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور |
| ناشر | -------- | مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد |
| قیمت | -------- | [redacted] روپے |


## ملنے کا پتہ

حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی
موبائل فون: 0300-6608706

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے، فیصل آباد فون: 626046





# پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ابتدائے آفرینش سے لیکر اس وقت تک عالم کے کسی خطہ پر کوئی لحظہ اور لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ وہاں کے جن وانس اپنے پروردگار کو نہ جانتے ہوں اور اپنے لئے کسی خالق کا اقرار اور اعتراف نہ کرتے ہوں۔ ہر زمانہ میں لاکھوں انسان ایسے گزرے ہیں اور اب بھی ہیں کہ جنہوں نے علم کا نام ونشان بھی نہیں سنا مگر یہ ضرور جانتے ہیں کہ ہمارا ایک خالق اور پروردگار ہے اور جب دنیا کے وسائل سے مجبور اور مضطر ہو جاتے ہیں اس وقت خدا کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مضطربانہ دعا کو سنتا ہے۔ بڑے سے بڑا حادثہ دفعۃً دور ہو جاتا ہے اور تمام مادی اور ظاہری اسباب و وسائل کا یک لخت خاتمہ ہو جاتا ہے اور یکایک ناامیدی کے بعد اُمید اور آرزو نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود آفتاب و مہتاب سے بڑھکر بدیہی اور روشن ہے کسی دلیل اور برہان کا محتاج نہیں بلکہ اسی کا وجود کائنات کے لئے دلیل اور برہان ہے لیکن مزید اطمینان کے لئے دلیل بھی ذکر کئے دیتے ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے اور عنقریب پھر ایک ایسا ہی زمانہ آنے والا ہے کہ اسی پردۂ عدم میں جا چھپیں گے۔ ہمارا وجود دو عدموں میں اس طرح گھرا ہوا ہے جس طرح نور زمین

شب گزشتہ اور شب آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے۔ زمین پر نور کی یہ آمد و رفت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں بلکہ مستعار اور عطاء غیر ہے اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا۔ پس اسی طرح موت و حیات کی کشمکش اور وجود کی آمد و رفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ورنہ عدم و زوال کو کبھی قبول نہ کرتا بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے اور پانی کی گرمی آگ کا فیض ہے اسی طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہے کہ جسکا وجود اصلی ہو اور وجود اسی ذات کے لئے اس طرح لازم ہو جیسے آفتاب کے لئے نور اور آگ کے لئے حرارت یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو آگ ہو اور حرارت نہ ہو۔ اسی موجود اصلی کو اہل اسلام اللہ تعالےٰ اور واجب الوجود اور خدا کہتے ہیں۔

# اسلام میں خدا کا تصور

انسانی ذہن سیرت و کردار اور اس کے جذبات کے بنانے میں جن عوامل نے سب سے بڑا اور اہم کردار ادا کیا ان میں ایک تصور خدا ہے مختلف اقوام اور مذاہب نے خدا کو جن صفات کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے تصور نے ان کی ذہنی ساخت اور انکی ہیئتِ کردار کو بنیادوں سے لیکر کنگروں تک کو متاثر کیا ہے۔ایک تصور خدا وہ ہے جس نے انسان کو ڈرپوک اور بزدل بنا دیا ہے۔دوسرا وہ ہے جس نے اسے ظالم اور سنگدل بنا دیا۔ تیسرا وہ تصور ہے جس نے اسے خوددار، جری، انصاف پسند اور فرض شناس ہستی کے معیار پر لا کھڑا کیا وہ بھی ایک تصورِ خدا ہی ہے جو انسان کو کش مکش حیات سے فرار کرا کے پہاڑوں کی چوٹیوں، جنگلوں اور ویرانوں میں جا ڈالتا ہے وہ بھی ایک تصور خدا ہی تھا جس نے اسے قید و بند، تیغ و تیر اور صلیب و دار کے رنگا رنگ معرکوں میں محو کر دیا۔ اللہ کی ہستی کا وہ بھی کوئی شعور تھا کہ جس کے تحت آدمی نے آگ پانی ہوا بجلی درخت پتھر گھوڑے اور گائے وغیرہ موجودات میں جہاں کہیں قوت و جبروت کا کوئی مظاہرہ دیکھا اس نے فوراً جذباتِ مرعوبیت کے ساتھ عبادت گزاری کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے اور جہاں اس نے اپنے لئے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ افادیت پائی وہ شکرانے کے سجدے میں گر گیا اور دوسری طرف وہ بھی اللہ ہی کی ذات کا ایک شعور تھا کہ جس کے نشے میں آدمی سرشار

ہو کر اٹھا اور خلیفۃ اللہ بن کر موجودات اور عناصر کی زمام تسخیر ہاتھ میں لے لی۔ ان سطور میں اجمالاً ہم اس تصور خدا پر بحث اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں جسے اسلام نے نوع انسانی کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام خدا کو جن صفات کے ساتھ ہم سے متعارف کراتا ہے اس کا شعور ہمارے ذہن و کردار کو بنانے میں گہرا اثر رکھتا ہے ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ شعور انسانی فکر و عمل کو کن کن سانچوں میں ڈھالتا ہے اور کس رخ پر انہیں ارتقاء دیتا ہے۔

بہت سے قدیم اور جدید معاشروں کا تصور خدا یہ رہا ہے کہ وہ اگرچہ آخری اقتدار کا مالک ہے اور عظیم و برتر ہے لیکن اسے اپنے بندوں کی زندگی اور اس کے مسائل سے براہ راست کوئی دلچسپی نہیں وہ تخلیق کا ایک کھیل رچائے ہوئے ہے وہ تفریحاً عناصر کا ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں وہ حوادث کے شعبدے خود ہی دکھانے والا ہے اور خود ہی دیکھ دیکھ کر ان سے لذت اندوز ہوتا ہے یہ موت، بیماری، قحط، زلزلے، سیلاب اور بجلیاں اسکی قدرت کے کھیل تماشے ہیں جن کی لپیٹ میں آ آکر مخلوق غارت ہوتی ہے لیکن وہ ان تباہ کاریوں کو پوری شان بے نیازی سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس کی تقدیر کا دریا اپنے بہاؤ کی شان میں مگن ہمہ وقت موجزن ہے نہ اسکی پرواہ کہ کون ڈوبتا ہے نہ اسکا اہتمام کہ کون تیرتا ہے آج ادھر سے کنارہ کٹ گیا اور ادھر زمین برآمد ہوگئی۔ جدید دور کے فلسفے میں غوطہ مار کر یہ تصور دوبارہ ابھرا تو اسکی نئی

شکل یہ تھی کہ ایک مکمل حیرت کے اسلوب سے ایک اندھی قوت ہے جو توڑ پھوڑ اور بناؤ اور بگاڑ کا یہ ہنگامہ مچائے ہوئے ہے۔ قرآن کا تصوّرِ خدا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی پوری مخلوقات اور خصوصاً انسانی زندگی کی فلاح و بہبود سے براہ راست دلچسپی رکھتا ہے وہ مخلوقات اور موجودات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔

خدا فرماتا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی

ترجمہ:

جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر ہدایت دی۔

یہ قوتیں اور صلاحیتیں دیکر مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا۔ چنانچہ جب انسان کو کارزارِ حیات میں اُتارا تو اطمینان دلادیا گیا کہ تمہیں اندھیرے میں نہیں چھوڑا جارہا۔ تمہاری رہنمائی اور یاوری کی جائیگی۔

ارشاد ہوتا ہے:

فَاِمَّا یَاتِیَنَّکُمْ مِنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ :

پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیروکار ہوا اسے نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم۔

وہ خالق حقیقی انسان کو شیطان کے مقابلے پر اتارتا ہے اور اخلاقی شر کے حملوں کا سامنا کرنے کے لئے اکھاڑے میں بھیجتا ہے وہ گہری دلچسپی کے ساتھ اسے پوری طرح خبردار کرتا ہے کہ اے اولاد آدم تم ایک خطرناک دشمن کی زد میں ہو اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا۔

ارشاد ہوتا ہے :

يَابَنِیْ آدَمَ اَنْ لاَّ تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ :

اے بنی نوع انسان شیطان کی پوجا نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اس دشمن کی خطرناک سازشوں کی پوری تفصیل بیان کردی اور اسکا تاریخی چیلنج انسانیت کے سامنے رکھ دیا کہ اس نے کہا تھا کہ میں انسانیت کے کارواں کا رہزن ہوں۔ صراط مستقیم کے ہر مرحلے پر بیٹھونگا میں انسان پر آگے پیچھے دائیں بائیں سے یورش کرونگا۔ چنانچہ قرآن کا خدا انسان کو اس

علمبردارِ شر کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایک گر سکھاتا ہے۔وہ انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے مسلسل کئی رسول اور نبی مبعوث فرماتا ہے وہ خدا منزلِ سلامتی تک پہنچانے کے لئے منزل کے راستے کے سارے نشان اجاگر کرتا ہے اور اس منزل کی دعوت دیتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ

ترجمہ:

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

وہ زندگی بسر کرنے کے لئے بنیادی حقیقتوں کا پورا پورا علم فراہم کرتا ہے۔ ضابطے اور قانون بناتا ہے۔ طریقے اور اسلوب مقرر کرتا ہے۔ ایمان کے تقاضے اور ایمان کے سارے شعبے واضح کرتا ہے اور زندگی کا پورا پورا نظام مرتب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے اور صراحت سے کہہ دیتا ہے کہ تمہارے خدا نے اسلام ہی کو زندگی بسر کرنے کا دین قرار دیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الاِسْلَام۔

ترجمہ :

بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

اور جو کوئی دین اسلام سے ہٹ کر کسی اور نہج پر زندگی بسر کریگا وہ نامراد رہے گا۔

فرمان الٰہی ہے :

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

ترجمہ :

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا وہ دین قبول نہ کیا جائیگا۔

قرآن کا خدا اپنے بندوں کے روزمرہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملہ سے اتنا گہرا اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتا ہے۔ ایک شفیق آقا کی طرح قدم قدم پر ہدایت دیتا ہے۔ اسے اس بات کا خیال بھی ہے کہ لوگوں میں تفرقہ بازی نہ ہونے پائے۔ فواحش کا چرچا نہ ہو۔ کہیں عدل واحسان اور صلہ رحمی کی نصیحت کرتا ہے کہیں نفاق بزدلی اور مفاد پرستی کے چکر سے نکالنے کا اہتمام کرتا ہے۔ کہیں وہ مردوں کو گھر کی پاکیزہ فضا کو قائم رکھنے کا سبق دیتا ہے کہیں رضاعت اور میراث کے معاملات

میں ان کو پریشانیوں سے نکالتا ہے۔ کہیں اعلیٰ مقاصد کے لئے تلوار اٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمت بندھاتا ہے۔ کہیں جنگی کاروائیوں پر تبصرہ کر کے پورے تجزیہ کے ساتھ ان کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے جو قوت کو کمزور کرتی ہیں۔ آداب مجلس سکھاتا ہے۔ کہیں بیع و شرع کا قانون متعین کرتا ہے کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے حدود اور تعزیرات مقرر کرتا ہے اور کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے ماحول کی تعمیر کرتا ہے۔ ایک معاملہ کے دلائل فراہم کرتا ہے اور کہیں شکوک و شبہات کی گرہیں کھولتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شفیق استاد ہے جو درس حیات دے رہا ہے کوئی بے لوث مشیر ہے جو تمام معاملات میں مشورہ دے رہا ہے۔ کبھی محبت کے پیرائے میں اور کبھی ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ انسانی فطرت جس معاملہ میں مسائل بن کر اٹھتی ہے فوراً سوال کا جواب اس کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جو معاملہ نظام تمدن کے اندر پیدا ہوتا ہے اسے فوراً پورا کر دیتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے کے ہر تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

یہ ہے خدا جسے انسان کی زندگی سے پوری پوری دلچسپی اور لگاؤ ہے جسے ہمارے ہر نفع اور نقصان سے واسطہ ہے جو اپنی مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ایسے خدا کو ماننے سے جو اعتماد یقین اور پختہ شعور حاصل ہوتا ہے دوسرے مسخ شدہ تصورات میں سے کسی سے نہیں ملتا۔

ہمیں خدا کا یہ تصور نہیں دیا گیا کہ وہ حیات انسانی سے بے تعلق بیٹھا ہے اور اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تاریخ میں حق اپنا علم اٹھاتا ہے یا باطل اپنا بگل بجاتا ہے۔ بھلائی غالب آتی ہے یا برائی حکمران ہو جاتی ہے۔ خیر کا سکہ چلتا ہے یا شر کی حکمرانی جاری ہوتی ہے۔ بلکہ اسلام نے ہمیں ایک ایسے خدا کی ہستی کا شعور دیا ہے جو اپنے دستور و آئین کے تحت ایک طرف سے باطل کا باطل ہونا صراحت سے سامنے لاتا ہے اور دوسری طرف سے حق کی وضاحت کر دیتا ہے وہ ان دو مقابل قوتوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلام اپنی آیات اور اپنے فرامین کے ذریعے باطل کے ہر نقش کو محو کر دے وہ تقاضا کرتا ہے کہ عبودیت کی حدوں سے گزر جانے والوں نے جو نظام اور ماحول استوار کر رکھا ہے اسکی ہرگز اطاعت نہ کرو۔

ارشاد ہوتا ہے :

لَاتُطِيْعُوْا اَمْرَالْمُسْرِفِيْنَ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَاَ يُصْلِحُوْنَ۔

ترجمہ :

حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اصلاح نہیں کرتے۔

قرآن کا خدا چاہتا ہے کہ آدمی نظام حیات کے ایک ایک گوشے سے معروف و منکر کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کردے پھر نہ صرف معروف کو معروف اور منکر کو منکر کہے بلکہ معروف کو قائم کرنے کی کوشش کرے اور منکر کے سدباب کے لئے محنت سے کام کرے۔

ارشاد ہوتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

ترجمہ:

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام رسل وانبیاء کی طرح اپنے آخری رسول کو اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حکومت قائم کرے۔

ارشاد ہوتا ہے:

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ترجمہ :

تاکہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے۔

یہ تصور خدا آدمی کو نہ تو

با مسلماں اللہ اللہ بابر ہمن رام رام

کا درس دیتا ہے نہ اسے

چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو

کا مسلک سکھاتا ہے۔ یہ ایسی کمینہ ذہنیت پیدا نہیں کرتا کہ آدمی قوت و شوکت کو جدھر منتقل ہوتا دیکھے اپنا قبلہ ادھر ہی بدل لے جس کے ہاتھ میں کوڑا دیکھے اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔ جس نظریے کے حق میں زیادہ ہجوم افراد کو سرگرم عمل دیکھے اسی پر ایمان لے آئے۔ ذرا ذرا سی رکاوٹیں اسکی سمت سفر کو بدل دیں اور واقعات اور حادثات کے معمولی اتار چڑھاؤ اس کے زاویہ نگاہ میں انقلاب لے آئیں بلکہ اس تصور خدا سے ایک بااصول شخصیت نمودار ہوتی ہے ایک مضبوط ضمیر پیدا ہوتا ہے۔ ایک سپاہیانہ جذبہ بیدار ہوتا ہے آدمی اپنے ایمان پر چوٹوں پر چوٹیں کھاتا ہے اور اُف نہیں کرتا اسے زخم پر زخم لگتے ہیں لیکن قدم پیچھے نہیں ہٹاتا موجوں کے تھپیڑے اس کے رخ کو تبدیل نہیں کرتے۔ آندھیاں اور جھکڑ چلتے ہیں لیکن

ایمان کا چراغ برابر ٹمٹماتا رہتا ہے۔

جو خدا اس طرح ایک اصول و مقصد کے لئے کشمکش کرنے والی ایک طاقت کو نوع انسانی میں سے کھڑا کر کے اسے معرکہ ہائے خیر و شر میں اتارتا ہے پھر وہ جنگاہ تاریخ میں اپنے سپاہیوں کو چھوڑ کر ان سے بے خبر نہیں ہو بیٹھتا وہ حالات کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھتا ہے اور ایک ایک سپاہی سے اسکا تعلق قائم رہتا ہے وہ سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے کوئی آڑ نہیں جو بیچ میں حائل ہو کوئی مغالطہ نہیں جسکا وہ شکار ہو سکے کسی کوتاہی علم کا اندیشہ نہیں اسے دلوں کے راز، ارادے، نیتیں اور ضمیر کے چھپے گوشے تک معلوم رہتے ہیں اور ماضی حال اور مستقبل کو یکساں جانتا ہے اسے ہر معرکے کی ابتداء اور انتہا کا علم ہے۔

اس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ وہ کام کرتے کرتے اور معاملات کو دیکھتے دیکھتے کچھ وقفوں کے بعد تھکن میں مبتلا ہو کر غافل ہو جائیگا اسکا بھی کوئی امکان نہیں کہ مسلسل توجہ کے دوران اس پر کبھی اونگھ طاری ہو جائے گی۔

ارشاد ہوتا ہے:

لَاتَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ

ترجمہ:

اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی

یہ تصور ایک جیتے جاگتے خدا کا تصور ہے جسکی قوتیں تحلیل نہیں ہوتیں جس پر ضعف طاری نہیں ہوتا جس میں خلق وامر کے تسلسل میں کوئی انقطاع واقع نہیں جسے کام کا بوجھ دوسروں پر بانٹنے کی کوئی مجبوری نہیں۔ ایسے خدا پر ایمان رکھنے والے جب معرکوں میں مصروف ہوتے ہیں تو جس فرمانروا کا علم لے کر وہ آگے بڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ یہاں جو کچھ پیش آرہا ہے وہاں پل پل کی خبر ہے۔ جو زخم یہاں لگتا ہے اسکی فیکس عرش تک پہنچتی ہے یہاں خون پسینے کا جو قطرہ گرتا ہے اسکا وہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ یہاں دشمن کے جن نرغوں سے سابقہ پڑتا ہے اسے ان سے پوری آگہی ہوتی ہے۔ ہجر کے ماروں پر جو لمحہ کرب بھی گزرتا ہے وہ اسکی پوری کیفیات کا علم رکھتا ہے۔

اتنا ہی نہیں کہ خدا ان تمام حالات کا علم رکھتا ہے جس سے اس کے سپاہی دوچار ہوتے ہیں بلکہ اسلام کا دیا ہوا تصور خدا یہ بتاتا ہے کہ در حقیقت تمام حوادث کی زمام اسکے اپنے ہاتھ میں رہتی ہے وہ ایک فرماں روا طاقت ہے وہ صاحب اختیار ہستی ہے وہ فعال ذات ہے اس نے سلطنت کائنات کا پورا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ معاملات کو طے کرنے والی آخری قوت وہی ہے وہی آسمان وزمین کی سلطنت کے چھپے اسرار جانتا ہے لہٰذا امور سلطنت کا مرجع بھی وہی ہے۔

ارشادربانی ہے :

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّه‘۔

ترجمہ :

اور اللہ کے لئے ہے زمین و آسمانوں کا غیب اور ہر امر کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

زمین و آسمان کی ساری طاقتوں اور خزانوں کا حقیقی مالک وہی ہے۔

ارشادربانی ہے :

لَه‘ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ترجمہ :

اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں۔

اسی اختیار کلی کے ساتھ وہ گردش ایام کا نظام قائم کئے ہوئے ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

ترجمہ :

یہ دن ہیں جنکو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے فیصلے ہیں کبھی جنگاہ حیات میں فاتحین کو پڑوا کر قیدیوں کے کیمپوں میں ڈلوا دیا جاتا ہے اور کبھی شکست خوردہ لشکروں کو آگے بڑھا کر فتح سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے۔ کسی سے سلطنت چھین لی جاتی ہے اور کسی کو تخت پر بٹھا دیا جاتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے :

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ

ترجمہ :

تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

کسی کے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کو قعر مذلت میں ڈال دیا جاتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے :

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

ترجمہ :

اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔

کبھی کالی رات صبح صادق کو جنم دیکر ایک نیا دور حیات لے آتی ہے اور کبھی روز روشن کے اندر سے ظلمت شب کا سیلاب امڈ آتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ

ترجمہ :

تو دن کا حصہ رات میں ڈال دیتا ہے اور رات کا حصہ دن میں ڈال دیتا ہے۔

کہیں یہ دیکھتے ہیں کہ مردہ معاشروں میں سے زندگی کی ہماہمیوں کے نئے چشمے ابلنے لگتے ہیں اور کبھی یہ منظر سامنے آتا ہے کہ تمدن کی موجیں زندگی کے لاشے اٹھا اٹھا کر ساحل پر پھینکتی ہیں۔

خدا تعالےٰ نے فرمایا :

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

ترجمہ :

اور تو مردوں سے زندہ نکالتا ہے اور زندوں سے مردہ نکالتا ہے۔

ظاہر کی آنکھ جب تغیرات کے بڑے بڑے واقعات دیکھتی ہے تو

بندے کا چھوٹا سا دل دھک دھک کرنے لگتا ہے اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں وہ اپنی کوتاہ نظری سے ایسا محسوس کرتا ہے کہ بس اب تمام راستے بند ہو گئے لیکن اگر اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ ان سارے جھگڑوں آندھیوں بگولوں اور سیلابوں کے پیچھے خدا کا دست قدرت متحرک ہے تو وہ ایک لمحہ بھی مضطرب مایوس اور ہیبت زدہ نہ ہو۔ خدا کے سارے کام حکمت پر مبنی ہیں۔

اسکا یہ قانون تغیر و حدوث اپنا عمل نہ کرتا تو یہاں ایک بار جو طاقت آگے آجاتی وہ ہمیشہ کے لئے تسلط جما لیتی۔ اللہ نے ہماری حیات بدنی کا نظام ایسے اصولوں کے تابع رکھا ہے کہ صاحب سطوت و شوکت ہستیاں بڑے بڑے محل کھڑے کرتی ہیں۔ جب وہ محل آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو کوئی زلزلہ معاً ان کو پیوندِ خاک کر دیتا ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور جب تغیر کے قانون کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو ان کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔

بڑے بڑے جابر قاہر اور ظالم نپولین، چنگیز خان، ہلاکو اور حجاج بن یوسف کا روپ دھار کر ابھرے لیکن حادثات کی رو جب امر الٰہی کی تلوار بن کر نمودار ہوئی تو کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا خدا کے فرشتوں کا لاتعداد لشکر فتنہ گروں کی سرکوبی کے لئے ہر وقت چاک و چوبند حکم کا منتظر کھڑا رہا اس نے اس امر کا پورا پورا اہتمام کیا ہے کہ ظلم و تعدی کی طاقتوں کو وقتاً فوقتاً باہم لڑا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم کرادے ورنہ تمدنی صورت حال زندگی بسر

کرنے کے قابل نہیں رہ سکتی۔

خدا فرماتا ہے :

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ

ترجمہ :

اور اگر اللہ بعض لوگوں سے بعض کو دفع نہ کرے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے۔

حیات ارضی کو بگاڑ دینے والی طاقتوں کو اگر ایک دوسرے سے پٹوانے کا بندوبست نہ ہوتا تو عبادت گاہوں کو منہدم کر دیا جاتا علمی مراکز ویران ہو جاتے منڈیاں اجڑ جاتیں اور یہاں کچھ نہ ہوتا جن پر زندگی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ تغیرات اور حوادث ہی کا فیضان ہے کہ خدا کے بندوں کے لئے کام کرنے کے دروازے مختلف سمتوں میں بار بار کھلتے رہتے ہیں اور وہ جادۂ حق پر قدم آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

خدا کا جو تصور قرآن نے دیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ بندوں کے کام کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہر ہر معاملہ میں امر فرما رہا ہے کہیں اس کے کارندے کسی مسکین کی کشتی کو بیگار سے بچانے کے لئے اس میں چھید کر رہے ہیں کہیں وہ یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کے لئے دیواریں کھڑی

کر دیتے ہیں اور کہیں وہ بوڑھے والدین کو بہت بڑی مصیبتوں اور ذلتوں سے بچانے کے لئے ان کے بچے کو موت کے گھاٹ اتارتے نظر آتے ہیں۔ بظاہر یہ کام حیرت انگیز نظر آتے ہیں لیکن خدا کا اگر صحیح تصور موجود ہو گا تو وہ ان کو تسلی دے گا کہ ان حوادث کے پیچھے تمہاری فلاح و بہبود کار فرما ہے اسی طرح انسان کی اجتماعی زندگی میں جو بڑے بڑے ہولناک طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں مبہوت کر دینے والے واقعات اچانک رونما ہو جاتے ہیں یکایک خطرات رونما ہو جاتے ہیں امن وامان کی صورت حال مخدوش ہو جاتی ہے۔ شہری آزادیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بنیادی حقوق کا گلا گھٹتا ہے زبانوں پر مہریں لگ جاتی ہیں قلموں پر پہرے بیٹھ جاتے ہیں کام کے راستے بند نظر آتے ہیں۔ بظاہر گھٹن اور تنگی محسوس ہونے لگتی ہے لیکن در حقیقت یہ ساری پابندیاں کسی بڑی خیر کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ گردش روزگار عجیب و غریب تبدیلیاں لاتا ہے کبھی تاریکی ہے کبھی روشنی کبھی فصل بہار کبھی خزاں کا دور ہے کہیں جون کی تمازت آفتاب ہے تو کہیں ساون کی برسات جس خدا کی شان ہے کہ کسی حالت کو دوام نہ حاصل کرنے دے بلکہ بار بار پانسے پلٹتا رہے اور بڑی بڑی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت پلٹتا رہے اس پر ایمان لانے والوں کے دل کسی ناسازگار ترین حالت میں بھی نہیں بیٹھتے کیوں وہ جانتے ہیں کہ جہاں آج عالیشان محل نظر آتے ہیں وہاں کل قبرستان نظر آئیگا۔ آج جس شے کو تخت

11/1094

کا نام دیا جاتا ہے ہو سکتا ہے اسے کل تختے میں تبدیل کر دیا جائے آج جن آستانوں پر مرعوبیت کے سجدے ہوتے ہیں کل ان کو دنیا حقارت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

پھر قرآن کا خدا اتنا عظیم اتنا متعال قوی اور جابر و قاہر ہے کہ اسے ماننے سے بڑی بڑی سلطنتیں اسکی مطیع ہو جاتی ہیں۔ اس خدا کو ماننے سے نظر اتنی وسیع اور دماغ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ فراعنۂ وقت اس نظام مشیت کے اندر مورو مگس سے زیادہ اہم نظر نہیں آتے وقت کے نمرود اور شداد اسکی نظر میں ایک حقیر سی مخلوق نظر آتے ہیں۔

آدمی جب اپنے سامنے اونچی اونچی عمارات دیکھتا ہے درباروں کی شان و شوکت دیکھتا ہے جب سیم وزر کی جھنکار سنتا ہے جب وہ زرق برق لباسوں کو دیکھتا ہے جب وہ عیش و عشرت کی محافل پر نگاہ ڈالتا ہے اس کے سامنے جب کاریں دوڑتی ہیں جہاز اڑتے ہیں پھر جب پولیس کے دستوں اور فوج کی چھاؤنیوں کا جائزہ لیتا ہے پھر جبب قانون کی زنجیروں کی آواز سنتا ہے اور جب وہ اپنے سامنے اختیار کی تلواریں بے نیام ہوتے دیکھتا ہے تو اسکا چھوٹا سا دل مرعوبیت اور ہیبت کے مارے سکڑ جاتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس شان و شوکت سے جو لوگ نوازے گئے ہیں ان کے سامنے دم مارنا اس کے بس کی بات نہیں یہ تو بس اٹل طاقتیں ہیں لیکن قرآن جس خدا پر ایمان لانے کی

دعوت دیتا ہے اسے مانتے ہی وہی چھوٹا سا دل پھیل کر پورے آفاق پر چھا جاتا ہے بلکہ کئی آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں چنانچہ عارف محی الدین بن عربی فرماتے ہیں :

اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان اور زمین بمعہ اس تمام مخلوق کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں رکھدیا جائے تو اسے اسکی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہوگی اور مومن کے دل میں تنگی محسوس کیسے ہو سکتی ہے۔ جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی گنجائش ہے۔

اسلام کا خدا کہتا ہے کہ یہ سارے ٹھاٹھ اور جاہ و تجمل کوئی دم کا کھیل ہے۔

خدا فرماتا ہے :

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ"

ترجمہ :

کہہ دو کہ دنیا کا مال قلیل ہے۔

مال و دولت کی کثرت اور لشکروں کی قوت کے مظاہرے قانون الٰہی

کے سامنے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔

ارشاد ربانی ہے :

لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا

ترجمہ :

ان کے مال اور انکی اولاد ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ

ترجمہ :

اور تمہارا جتھا تمہیں کام نہ دیگا چاہے کتنا ہی زیادہ ہو۔

خدا کی صفات کا یہ شعور اور اسکی عظمت و قدرت کا یہ اسلامی تصور ہے جو عرب کے بادیہ نشینوں کو اتنا جری بنا دیتا ہے کہ وہ بے تکلفی سے دربار ایران کے قالینوں کو پامال کرتے ہوئے ایک جابر بادشاہ کی طرف آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بڑھتے ہیں اور کسی کے دکھاوے سے مرعوب نہیں۔ یہی تصور ہے جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالےٰ کو ظلم کے سامنے کلمہ حق کہنے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔

قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ خدا محنت کرنے والوں کی محنت کا قدر شناس ہے وہ ہر سپاہی کی کارگزاری اور ہر مزدور کی جانفشانی کو جانتا ہے اور ان کا پورا پورا قدر دان ہے وہ صرف قدر دان ہی نہیں بلکہ گارنٹی دیتا ہے کہ کسی کی محنت کمائی اور کیا کرایا اکارت نہیں جائیگا۔

اِنَّالَا نُضِیعُ اَجرَالمُصلِحِینَ۔

ترجمہ :

ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ایک قدر شناس انعام دینے والے اور حق الخدمت کو محفوظ رکھنے والے خدا کا تصور انسان سے مشکل کام کروا سکتا ہے۔ انسان آرزوں کے نیچے چڑ تا ہے پھانسی کے تختوں پر کھڑا ہو تا ہے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربیں برداشت کرتا ہے اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ لیکن ایمان اصول اور مقصد کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

قرآن کا خدا اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے بندوں کا رفیق اور یار و مددگار ہے وہ ہر وقت اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔

ترجمہ :

اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

وہ ایسا ساتھی ہے جو کٹھن گھڑیوں میں ہمت بندھانے کے لئے دل کے اندر سے پکارتا ہے ڈھیلے نہ پڑو ہراساں نہ ہو ملول نہ ہو تم ہی غالب رہو گے۔

لَاتَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ اَعْلَوْنَ۔

ترجمہ :

کاہلی نہ کرو غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

وہ دکھی دلوں کو اطمینان دلاتا ہے اسی تصور خدا کی بنا پر انسان نے دنیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

# توحید باری تعالےٰ

حقیقی اور خالص توحید کا فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کیونکہ بعض تو سرے سے توحید ہی کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الذات کے قائل ہیں تو توحید فی الصفات کے قائل نہیں اور اگر توحید فی الصفات کے قائل ہیں تو توحید فی العبادت سے منحرف ہیں۔ عیسائی تو کھلم کھلا تین خداؤں یعنی تثلیث کے قائل ہیں۔ یہودی اگرچہ عموماً توحید کے قائل ہیں مگر ایک فرقہ ان میں بھی ایسا گزرا ہے جو حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتا تھا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد خداوندی ہے :

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ

ترجمہ :

یہود نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے۔

ہندوؤں میں اوتاروں کا عقیدہ ہے۔ آریہ لوگ تین چیزوں کو قدیم مانتے ہیں۔ خدا، مادہ اور روح۔ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ الوہیت یعنی خدائی دو طاقتوں پر منقسم ہے۔ خیر کا خالق یزدان اور شر کا خالق اہرمن ہے۔ یزدان بناتا ہے اور اہرمن بگاڑتا ہے۔ ہر ایک خدا دوسرے کا محتاج ہے۔

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو شرک فی الذات، شرک فی الصفات اور شرک فی العبادت سے منزہ اور بالکل پاک ہے۔

# دلائل توحید

## دلیل نمبر ا

اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ اگر عالم کے لئے دو یا دو سے زائد صانع ہوں تو کارخانہ عالم بالکل درہم برہم ہو جائیگا اور کوئی شے بھی وجود میں نہ آئیگی کیونکہ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ خدا کے لئے کامل الذات والصفات ہونا ضروری ہے۔ خدا وہی ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہو ورنہ خالق و مخلوق میں کیا فرق۔ اس لئے کہ بندے خدا بننے سے اس لئے محروم ہیں کہ ان میں طرح طرح کے نقصانات ہیں وجود ان کا ناقص قدرت انکی ناقص علم ان کا ناقص پس اگر عیاذاًباللہ خدا بھی ہماری طرح ناقص ہو ہماری طرح مجبور ہو تو اس کو ہم پر خدا بن جانے کا کیا حق ہے۔

پس جب ہر خدا کامل اور مستقل ٹھہرا تو ہر ایک کی تاثیر بھی کامل اور مستقل ہو گی۔ اس لئے کہ خالق کی مثال آفتاب اور مہتاب اور مخلوق کی مثال زمین کی سی ہے۔ زمین آفتاب سے بقدر آفتاب اور مہتاب سے بقدر مہتاب منور ہوتی ہے پس جب دو صانع ہونگے اور ہر ایک کی تاثیر کامل ہو گی تو ہر خدا کی طرف سے دو کامل وجود ہر مخلوق کے پیمانہ میں آئیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سانچے میں دو چیزیں اور ایک نیام میں دو تلواریں اور کلو بھر کے پیمانے میں دو کلو چیز اور ایک جوتے میں ویسے ہی دو قدم اور ایک اچکن میں

دو بدن نہیں سما سکتے اگر زبردستی ڈال دیئے جائیں تو وہ سانچہ وہ نیام اور وہ اچکن ایک لمحہ کے لئے کسی طرح سالم نہیں رہ سکتا۔

اسی طرح اگر دو خداؤں کی طرف سے پورا پورا وجود ایک مخلوق میں سمانے لگے تو بیشک وہ مخلوق نیست و نابود ہو جائیگی اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں خداؤں سے مل کر ایک ہی وجود آیا تو پھر حقیقت میں ہر ایک خدا مستقل علت اور مستقل مؤثر نہ ہوگا بلکہ دو خداؤں کا مجموعہ مؤثر ہوگا جس سے ہر ایک کا ناقص اور ناتمام ہونا لازم آئیگا۔ ہاں اگر یہ احتمال ہوتا کہ خدا ناقص بھی ہو سکتا ہے تو یہ کہنا ممکن ہو جاتا ہے کہ جس طرح دو چراغوں کا نور ملکر کامل ہو جاتا ہے اسی طرح دو خداؤں کے عطا کئے ہوئے وجود بھی مل کر کامل ہو جائیں گے مگر اس کا کیا علاج ہے کہ تمام اہل عقل اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ خداوندی میں نقص کا کسی طرح گزر نہیں۔

الحاصل اگر دو خدا کامل الذات اور تام الصفات ہوتے تو یہ کارخانہ عالم صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا پس معلوم ہوا کہ تمام عالم کے لئے ایک ہی خدا ہے اور اس آیت میں اسی دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

خدا فرماتا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلاَّ اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

ترجمہ :

اگر زمین و آسمان میں سوائے خدا کے چند خدا ہوتے تو یقیناً یہ سب کے سب فنا ہو جاتے۔

## دلیل نمبر ۲

عالم کے موجودہ نظام پر نظر ڈالنے سے ہر سمجھدار آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس عالم کے جس سلسلہ پر نظر ڈالتے ہیں وہ ایک ہی اصل پر جا کر تمام ہو جاتا ہے۔ روشنی کے سلسلہ کو دیکھ لیجئے کہ وہ آفتاب پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ گرمی کے سلسلہ پر نظر ڈالئے کہ آثار آتش پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے عدد کے سلسلہ کو دیکھ لیجئے کہ الیٰ غیر النھایہ پھیلا ہوا ہے۔ مگر تمام سلسلہ کا اختتام ایک پر ہو جاتا ہے کیونکہ ایک سب کی اصل ہے۔ موجوں کا سلسلہ پانی پر ختم ہو جاتا ہے۔ خطوط دائرہ کا سلسلہ مرکز پر ختم ہو جاتا ہے کیونکہ مرکز تمام خطوط کے لئے اصل ہے حکام کا سلسلہ بادشاہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

الحاصل عالم میں کوئی سلسلہ ایسا نہیں کہ جو کسی ایک اصل پر ختم نہ ہوتا ہو پس یہ ناممکن ہے کہ کسی ایک موجود اصلی پر ان موجودات عالم کا سلسلہ تمام نہ ہو ضروری ہے کوئی ایسا موجود ہو کہ جس کا وجود اصلی اور ذاتی ہو اور ان تمام موجودات کا وجود اس کا فیض ہو اور وہ ایک ہی ذات ہے جس کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے

وَفِیْ کُلِّ شَیْئٍ لَہٗ شَاھِدٌ

یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

یعنی عالم کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو اسکی وحدانیت کی گواہی نہ دیتا ہو۔

## دلیل نمبر ۳

اگر دو خدا فرض کیے جائیں اور ہر ایک کامل قدرت اور کامل اختیار کے ساتھ موصوف ہو اور ایک کا ارادہ کسی شے کے ایجاد کے متعلق ہو تو سوال یہ ہے کہ دوسرا خدا پہلے خدا کی مخالفت پر قادر ہے یا اسکی موافقت پر مجبور ہے۔

پس اگر دوسرا خدا پہلے خدا کی مخالفت کر سکتا ہے اور پہلے خدا کی تدبیر کو روک سکتا ہے تو یہ دوسرا خدا قادر اور قاہر ہو گا اور پہلا خدا یقیناً عاجز اور قاصر ہو گا اور ظاہر ہے کہ عاجز اور قاصر خدا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا خدا وہی ہو سکتا ہے جو ہر طرح سے کامل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ دوسرا خدا پہلے خدا کی کسی قسم کی مخالفت نہیں کر سکتا بلکہ اسکی موافقت پر مجبور ہے تو یہ دوسرا خدا عاجز اور مجبور ہونے کی وجہ سے خدا نہیں رہ سکتا۔ خدا وہی رہے گا جس کی شان

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ

ترجمہ :

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

ہو کوئی ذرہ برابر بھی اسکی مخالفت نہ کر سکتا ہو۔

## دلیل نمبر ۴

اگر دو خدا مانے جائیں تو ظاہر ہے کہ الوہیت میں دونوں مساوی اور مشترک ہونگے۔ اب اس الوہیت کے علاوہ ہر ایک خدا میں کوئی ایسی خاص صفت ہونی چاہیئے کہ جس کے ذریعے دونوں میں امتیاز ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلے خدا کو دوسرے خدا سے صفت کمال کے ذریعہ سے امتیاز حاصل ہے یعنی پہلے خدا میں وہ صفت کمال پائی جاتی ہے اور دوسرے خدا میں نہیں پائی جاتی تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دوسرا خدا، خدا نہیں رہ سکتا کیونکہ صفت کمال سے خالی ہونا ایک عیب ہے جو کہ الوہیت کے سراسر منافی ہے اور اگر پہلے خدا کو دوسرے خدا سے صفت نقص کے ذریعے سے امتیاز حاصل ہے یا غیر صفت کمال کے ذریعہ سے امتیاز ہے تو اس صورت میں پہلا خدا خدا نہیں رہ سکتا کیونکہ صفت نقص کے ساتھ موصوف ہونا یا صفت کمال سے عاری ہونا شان الوہیت کے بالکل منافی ہے۔

## دلیل نمبر ۵

ایک خدا تدبیر عالم کے لئے کافی ہے یا نہیں اگر کافی ہے تو دوسرا خدا بالکل ضائع اور بیکار یعنی بالکل فالتو جسکی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں اور جسکی کوئی ضرورت نہ ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کی شان تو یہ ہونی چاہیئے

کہ وہ سب سے مستغنی ہو اور تمام عالم اسکا محتاج ہو اور اگر ایک خدا تدبیر کے لئے کافی نہیں تو یہ خدا عاجز ہو گا اور کسی دوسرے خدا کا تدبیر عالم میں محتاج ہو گا اور ظاہر ہے کہ عاجز اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

## دلیل نمبر ۶

اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو یہ بتلایئے کہ ایک خدا اپنے اسرار کو دوسرے خدا سے پوشیدہ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر رکھ سکتا ہے تو دوسرا خدا بے خبر اور جاہل ہونے کی وجہ سے خدا نہ رہے گا اور اگر یہ خدا اپنے اسرار کو مخفی نہیں رکھ سکتا تو یہ خدا عاجز ہونے کی وجہ سے خدا نہ رہے گا۔

## دلیل نمبر ۷

شرکت ایک قسم کا عیب ہے اور یکتائی صفت کمال ہے چنانچہ جب کسی کی مدح کی جاتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ آپ یکتائے زمانہ ہیں بے مثل اور بے نظیر ہیں اور جب خدا کے لئے ہر عیب سے پاک ہونا ضروری ہے تو اس عیب شرکت سے بھی پاک ہونا ضروری ہے۔

## دلیل نمبر ۸

اگر خداوند عالم کو وحدہ لاشریک لہ نہ تسلیم کیا جائے اور اسی کو کل عالم کی تدبیر کے لئے کافی نہ سمجھا جائے تو عقلاً دو چار کی کوئی حد نہیں اس لئے

کہ جس دلیل سے آپ دو یا چار صانع اور خدا مانیں گے اسی دلیل سے دوسرا شخص خدا کو زائد عدد میں مان سکتا ہے بلکہ اگر کوئی شخص ایک انسان کی ہر حرکت اور سکون کے لئے جدا جدا خدا مان لے تو آپ اس کو عقلاً روک نہیں سکتے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اگر خدا کو ایک نہ مانا جائے تو غیر محدود خدا ماننے کا ایک دروازہ کھل جائیگا۔

## دلیل نمبر ۹

اگر دو یا دو سے زائد خدا تسلیم کئے جائیں، ہر خدا کا اپنے وجود خاص پر دلیل قائم کرنے سے عاجز ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ حدوث عالم مطلق وجود صانع پر دلالت کرتا ہے۔ تعدد صانع پر کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا اور اگر بالفرض تعدد صانع پر دلالت کرے بھی تو وہ کسی خاص خدا پر دلالت نہیں کرتا جو دلیل ایک خدا پر پیش کر سکتا ہے وہی دلیل بعینہ دوسرے خد کے وجود پر قائم ہو سکتی ہے۔ لہٰذا تعدد صانع کی تقدیر پر ہر خدا پر اپنی ذات پر ایسی دلیل قائم کرنے سے کہ جو فقط اسی کی ذات پر دلالت کرے اور دوسرے پر ہرگز دلالت نہ کرے عاجز ہونا لازم آتا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۰

اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو اس صورت میں یا تو ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوگا یا فقط ایک محتاج اور دوسرا مستغنی یا یہ کہ ہر ایک دوسرے سے

مستغنی اور بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں کوئی خدا نہ رہیگا۔ اس لئے کہ احتیاج اور نیاز مندی سراسر خدائی کے منافی ہے اور دوسری صورت میں جو محتاج ہو گا وہ خدا نہ رہیگا خدا وہی رہیگا جو سب سے مستغنی اور بے نیاز ہو اور وہ ایک ہی ہے اور تیسری صورت میں کوئی خدا نہ رہیگا اس لئے کہ خدا کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ کوئی اس سے بے نیاز نہ ہو سب اسی کے محتاج اور دست نگر ہوں اس لئے کہ استغنا اور بے نیازی غیر ضروری شے سے ہوا کرتی ہے۔ پس اگر معاذ اللہ خدا سے بھی استغفار اور بے نیازی ممکن ہو تو معاذاللہ خدا کا غیر ضروری ہونا لازم آتا ہے جو کہ ایک کھلا عیب ہے اور خدا کی ذات سب عیبوں سے پاک ہے۔ اس لئے خدا کا وحدہ لاشریک لہٗ ہونا ضروری ہے۔

## دلیل نمبر ۱۱

ہم اپنی اجتماعی زندگی میں کسی سیاسی تنظیم کا تصور اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک حاکمیت کو کسی ایک خاص مرکز میں مرتکز نہ کریں۔ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی محکم تنظیم اجتماعی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تمام سیاسی تنظیمات میں جمہوریت وہ نظام ہے جس نے حاکمیت کو ایک وسیع دائرہ میں پھیلانے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں بھی ایک ایسا نقطہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے جہاں اسکی پھیلی ہوئی حاکمیت سمٹتی اور مجتمع ہوتی ہے۔ بہر حال یہ امر بالکل قطعی ہے کہ حاکمیت کی تقسیم کے ساتھ کسی اجتماعی تنظیم کا تصور نہیں

کیا جا سکتا۔ اب غور کرو کہ یہ دنیا اتنے بے شمار اجزاء پر مشتمل ہونے کے باوجود نہ صرف قائم ہے بلکہ پوری قوت واستحکام کے ساتھ قائم ہے۔ اس میں مختلف قویٰ کا تصادم بھی ہے اضداد کی آویزش بھی ہے۔ خیر و شر کے معرکے بھی ہیں لیکن یہ دنیا کی کشتی ہے کہ ان موجوں کے تلاطم کے اندر بچتی سنبھلتی اچھلتی اور کتراتی ہوئی چلی جارہی ہے اور اس خوبی اور صفائی کے ساتھ کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس صورت حال کا مشاہدہ ہم میں سے ہر وہ شخص کررہا ہے جو اس بادشاہی نظم پر غور کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کونسی بات عقل کے قریب تر ہے کیا مشرکین کا یہ عقیدہ کہ آسمان وزمین کے معبود الگ الگ ہیں یا یہ حقیقت کہ ایک ہی ہے جو آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی کیا اس کائنات سے اس بات کی شہادت مل رہی ہے کہ نور و ظلمت کے الگ الگ الٰہ ہیں یا اس بات کی کہ روشنی اور تاریکی دونوں کا نکالنے والا ایک ہی ہے۔ کیا یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ دنیا بے شمار دیوتاؤں کی ایک رزمگاہ ہے۔ یا یہ بات نظر آتی ہے کہ اس سارے نظام کا ناظم اور مدبر صرف اللہ واحد قہار ہے۔ اگر پہلی بات صحیح ہے تو یہ شیرازہ بکھر کیوں نہیں جاتا۔ یہ نظام درہم برہم کیوں نہیں ہوتا۔ عرش والے کے خلاف بغاوت کیوں نہیں ہوتی۔ حاکمیت کے انتشار کے باوجود یہ وحدت کیوں قائم ہے۔

قرآن نے اسکا جواب یہ دیا کہ :

قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

ترجمہ :

کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو وہ عرش والے سے منازعت کی راہ ڈھونڈتے وہ پاک و برتر ہے ان چیزوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

# توحید کے اثرات

انفرادی زندگی پر اس کا سب سے زیادہ یہ اثر پڑتا ہے کہ یہی عقیدہ انسان کو آزادی اور حریت کا وہ بلند مقام بخشتا ہے جسکا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ تمام کائنات انسان کے لئے پیدا ہوئی ہے لیکن جب تک انسان توحید سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک اسکی رذالت کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیر سے حقیر چیزوں سے ڈرتا اور کانپتا ہے۔ جو چیزیں اسکی اطاعت کے لئے پیدا ہوئی ہیں وہ خود انکی اطاعت کرتا ہے۔ اپنے ہی جیسے انسان کو اپنا رب اور آقا بنالیتا ہے۔ غلاموں کی طرح ان کے آگے جھکتا ہے۔ ان کو اَن داتا اور خداوند نعمت اور غریب پرور جیسے خطابات سے مخاطب کرتا ہے۔ ان کے لئے ہر طرح کا امر و نہی کا حق تسلیم کرتا ہے۔ ہر چکنے پتھر اور اونچے درخت کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔ ہر گھنی جھاڑی ہر سنسان مقام ہر بہتا دریا ہر اونچا پہاڑ اور ہر ضرر رساں قوت اور نفع بخش طاقت اس کو بندگی کی دعوت دیتی ہے اور ان میں سے کسی کے سامنے جھکتے ہوئے اس کو عار محسوس نہیں ہوتی۔ وہ ایک مرتبہ اپنے مقام سے گر کر برابر گرتا ہی چلا جاتا ہے۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت گزاری میں لگایا وہ اسکی خدمت گزار ہونے کے باوجود یہ ننگ گوارا نہیں کرتیں کہ اس کو سجدہ کریں ان کا سجدہ اللہ ہی کے لئے ہے لیکن انسان کی دناءت کا یہ عالم ہے کہ ان سب کا مقصود

ہونے کے باوجود ان میں سے ہر ایک کے در کا نقش سجدہ اسکی پیشانی پر ثبت ہے۔

لیکن توحید کا چمکارا پاتے ہی دفعتہً اسکی حالت میں ایسا انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے کہ وہی انسان جس کو ہم نے اس حال میں دیکھا تھا کہ وہ اس دنیا کی ہر چیز سے نیچے تھا اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز اس سے نیچے آجاتی ہے۔ اس تغیر حال کی بہترین مثال ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے مقابلہ کرنے والوں کی سرگزشت میں ملتی ہے۔ جن جادوگروں کو فرعون نے اکٹھا کیا تھا گھڑی بھر پہلے انکی دناءت کا یہ حال تھا کہ میدان مقابلہ میں اترنے سے پہلے اپنی مزدوری کی طرف سے اطمینان کر لینا چاہتے ہیں اور نہایت ذلیل خوشامدانہ انداز میں التجا کرتے ہیں اگر ہم فتحمند ہوئے تو مزدوری بھرپور ملے گی نا؟ لیکن زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ توحید کا ایک پرتو پڑتے ہی ان کی طبیعت میں ایسا عظیم تغیر رونما ہوتا ہے کہ فرعون ان کو ایمان لانے پر سخت سے سخت سزا کی دھمکی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو سولی پر لٹکا دوں گا لیکن ان پر دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بے دھڑک جواب دیتے ہیں کچھ پرواہ نہیں ہم اپنے رب کے پاس ہی جائیں گے تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ تمہارا بس صرف اس دنیا کی زندگی میں چل سکتا ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک موحد پر یہ راز کھل جاتا ہے کہ دکھ ہو یا سکھ زندگی ہو یا موت ہر ایک کے آنے اور جانے کا راستہ ایک ہی ہے۔ پس وہ امید وبیم ہر حال میں ایک ہی سے امید رکھتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا مختلف دیوتاؤں اور کار فرماؤں کی رزمگاہ نہیں اور ایک ہی عزیز و حکیم ہے جو اپنی قدرت و حکمت سے اس کارخانہ کو چلا رہا ہے اور ممکن نہیں کہ اس کی مشیت کے خلاف اس عالم کے معاملات میں کوئی ایک ذرہ برابر دخل دے سکے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس عالم کا خالق حق ہے۔ اس وجہ سے اس عالم میں باطل مجرد کا وجود نہیں۔ باطل کی حیثیت اس دنیا میں طفیلی کی ہے جو حق کے ساتھ لگ جاتا ہے اور بالواسطہ وہ بھی حق ہی کی خدمت کرتا ہے جس پر یہ راز کھل گیا اس نے دنیا جہان کی دولت پالی۔ اسکا خزانہ لازوال اور اسکی زندگی غیر فانی ہے وہ نہ تو کبھی ہراساں ہوتا ہے اور نہ کبھی اس کو تنہائی دکھ دیتی ہے۔ وہ ایک سدا بہار درخت سے کھاتا ہے اور ہمیشہ جاری رہنے والے چشمے سے آسودہ حال رہتا ہے۔ اسکا دماغ مصیبت و راحت ہر حال میں متوازن رہتا ہے اور تنگی اور فراخی کوئی حالت بھی ان کے دل کے اطمینان کو درہم برہم نہیں کرتی۔ نہ گھبراتا ہے نہ مایوس ہوتا ہے۔ نہ اکڑتا ہے اور نہ فخر کرتا ہے جس خندہ پیشانی سے وہ آرام کی گھڑیوں کا انتظار کرتا ہے اسی شادمانی کے ساتھ وہ آزمائشوں اور مصائب و آلام کا خیر مقدم کرتا ہے۔

اسی طرح توحید کا اجتماعی اثر بھی نہایت گہرا ہے۔ انسانی معاشرے کی بنیاد دو چیزوں پر قائم ہے۔ مذہب اور خاندان - مذہب کی بنیاد توحید یعنی صرف اللہ کے قوانین پر عمل کیا جائے۔ خاندان کی بنیاد یہ ہے کہ سب ایک آدم کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں اگر ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔ پہلی چیز نے دنیا کو خداؤں کے تعدد سے نجات دی اور دوسری چیز نے خاندان کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ سارے انسان ایک خدا کے بندے ایک آدم کے بیٹے ہیں۔ سب کے لئے یکساں قانون عدل قانون مساوات اور ایک ہی نظام ہے۔

# عرفان ربانی کی ناطق دلیل

خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔

ترجمہ :

وہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اسے غالب کردے تمام ادیان پر۔

سب سے پہلے تو بات یہ ہے کہ "ھو" ضمیر ہے۔ یہ بھی اسم ہے۔ "الذی" اسم موصول ہے لیکن یہ بھی اسم یاد رکھئے کہ ضمیر ہو یا موصول یہ دونوں اسم مبہم ہوتے ہیں ان میں پوشیدگی ہوتی ہے۔ "ھو" وہ اب آپ کو کوئی پتہ نہ چلا کہ کونسی ذات

تو ضمیر میں بھی ابہام ہوتا ہے اور موصول میں بھی ابہام ہوتا ہے۔ ضمیر کا ابہام مرجع سے دور ہوتا ہے۔ جدھر ضمیر لوٹی ہے تو معلوم ہوا کہ مرجعِ ضمیر سے ضمیر کا ابہام دور ہوگا۔ مثلاً میں کہوں کہ زید آیا اور اس نے کہا۔

"اس نے" یہ لفظ "اس" ضمیر ہے اب اسکا مرجع ہے زید جب تک

زید نہ ہو ضمیر کا پتہ نہیں چلتا اور اسکی پوشیدگی دور نہیں ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ ضمیر کی پوشیدگی مرجع سے دور ہوتی ہے اور اسم موصول میں جو ابہام اور پوشیدگی ہے وہ صلے سے دور ہوتی ہے۔ صلہ اسم موصول کے ابہام کو دور کرنے کے لئے اور مرجع ضمیر کی پوشیدگی دور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ھو الذی"۔ "ھو" ضمیر

"الذی" اسم موصول

اللہ تعالیٰ نے دونوں اسم مبہم بیان فرمائے۔ اب پتہ نہیں چلتا کہ "ھو" کون اور "الذی" کون ہے۔ تو بھئی بات یہ ہے کہ موصول کا ابہام صلے سے دور ہوتا ہے اور وہ موصول کہ ضمیر کا مصداق بھی وہی ہے تو جب اسکا ابہام دور ہوگا تو ضمیر کا ابہام خود بخود دور ہو جائیگا۔

ارشاد ہوتا ہے:

"الذی" یہ الذی اسم موصول ہے اور اس کا صلہ ہے

اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ

ترجمہ:

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔

مقصد کیا ہے کہ جس طرح موصول کا ابہام صلے کے بغیر دور نہیں ہوتا جس طرح ضمیر کا ابہام مرجع کے بغیر دور نہیں ہوگا تو اللہ کی معرفت میں تمہیں جو ابہام پڑ گیا ہے وہ رسول کے بغیر دور نہیں ہوگا۔ مرجع کے بغیر ضمیر کی پہچان نہیں ہوتی۔ صلہ کے بغیر موصول کا پتہ نہیں چلتا اور رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا۔

آپ کہیں گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا۔

قرآن کریم تو کہتا ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیَاتِ لِاُولِی الْاَلْبَابَ۔

ترجمہ:

بے شک آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

امور کائنات کا ہر ذرہ قدرت خداوندی کا نشان ہے اور نشان سے اگر پتہ نہ چلے تو وہ نشان کیسا تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ بغیر رسول کے خدا کا پتہ نہیں چلتا۔ گھاس کا ایک تنکا بھی خدا تعالےٰ کی قدرت کا نشان ہے۔ چاند

سورج یہ دن رات کی گردشیں ہوائیں سمندر پہاڑ نباتات جمادات معدنیات موالید عناصر معانی اعراض جواہر اور جملہ کائنات ایک ایک ذرہ خدا کی قدرت اور خدا کی معرفت کا نشان ہے اور نشان وہ ہوتا ہے جس سے کسی کا پتہ چلتا ہے۔ ہم چاند کو دیکھتے ہیں ہمیں خدا کا پتہ چلتا ہے۔ ہر مصنوع سے صانع کا پتہ چلتا ہے۔ ہر مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے تو تم کیسے کہتے ہو کہ رسول کے بغیر خدا کا پتہ نہیں چلتا یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔

اس میں شک نہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ خدا کی معرفت کا نشان ہے اور نشانی وہی ہوتی ہے جس سے کسی چیز کا پتہ چلتا ہے۔ نشانی نشان والے کے لئے دلیل ہے۔ سورج کی دھوپ سورج کے لئے دلیل ہے۔ چاند کی روشنی چاند کے لئے دلیل ہے۔ تو کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی ہستی کی دلیل ہے۔ اسکی قدرت اور صفات کا نشان ہے۔ لیکن دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک خاموش دلیل اور ایک ناطق دلیل۔

کائنات کا ہر ذرہ خدا کی ذات کی دلیل ہے۔ خدا کی ہستی کا نشان ہے لیکن یہ وہ نشان اور دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان دلیلوں کو دعویٰ بنادیا تب بھی یہ دلیلیں خاموش رہیں کیا چاند نے اپنے پوجنے والوں کو کہا بیو قوفو تم مجھے پوجتے ہو میں تو دلیل ہوں تم دعویٰ کو تسلیم کرو اور دعویٰ کو پوجو تو بھئی چاند کبھی نہیں بولا سورج نہیں بولا پتھروں کو لوگوں نے

پوجا پتھر نہیں بولے آگ کو پوجا درختوں اور جانوروں کو پوجا یہ نہ بولے یہ سب دلیلیں تو تھیں مگر خاموش دلیلیں تھیں۔ لوگ پوجتے رہے یہ خاموش رہیں اور ناطق دلیل تو فقط ایک ذات مصطفیٰ ﷺ ہے اور یقین کیجئے کہ میرے آقا و مولا تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ حضرت محمد ﷺ ایسی ناطق دلیل ہیں کہ جو خاموش دلیل انکے دامن میں آئی وہ بھی ناطق ہو گئی۔

بتایئے کیا پتھر ناطق ہیں یقیناً نہیں لیکن ابو جہل جب پتھر اپنے ہاتھ میں لایا تو ناطق ہوئے یا نہیں۔ مجھ سے اگر پوچھو تو میں کہونگا کہ چاند بھی ناطق ہوا اور سورج بھی ناطق ہوا۔ مگر نطق ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا اور اس کے اندر حکمتیں ہیں اگر چاند کے اندر سے آواز آتی لوگ سمجھتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کہاں سے آئی چاند سے ایسی کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں بلکہ چاند کو ایسے ناطق کیا کہ اپنے محبوب کو حکم دیا کہ میرے پیارے تو اپنی انگلی اٹھادے۔ حضور علیہ السلام نے انگلی اٹھائی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایمان سے کہنا یہ اسکا ناطق ہونا نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ چاند نے ناطق ہو کر بتادیا کہ اگر محمد رسول اللہ سچے رسول نہ ہوتے تو میں دو ٹکڑے کیسے ہوتا۔ اگر سورج سے کوئی ایسی آواز آجاتی تو لوگ گھبرا جاتے۔ دھوکے میں پڑ جاتے کہ پتہ نہیں یہ آواز کس کی ہے کہاں سے آئی ہے۔ یہ کیسے یقین ہو کہ سورج بول رہا ہے لیکن جب میرے آقا سرور کونین ﷺ نے منزل صہبا پر ڈوبے سورج

کواشارہ کیا تو حدیث پاک میں آتا ہے :

عن اسماء بنت عمیس ان النبی ﷺ کان یوحی الیه وراسه فی حجر علی فلم یصل العصر حتّٰی غربت الشمس فقال رسول اللّٰه ﷺ اصلیت یاعلی قال لافقال اللّٰهم انه کان فی طاعتك وطاعة رسولك فارددعلیه الشمس قالت اسمآء فرأیتها غربت ثم رایتها طلعت بعد ماغربت ووقفت علی الجبال والارض وذالك بالصهباء فی خیبر۔

ترجمہ :

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ خیبر میں صہباء کے مقام پر سید دوعالم ﷺ حضرت علی کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرمارہے تھے اور حضور علیہ السلام پر وحی نازل ہورہی تھی۔ سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی نے ابھی نماز عصر نہ پڑھی تھی۔ رسول خدا نے فرمایا : اے علی کیا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ حضرت مولا علی نے عرض کی نہیں تو رسول خدا نے دعا کی یا اللہ پیارے علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔ لہٰذا سورج کو واپس لوٹادے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ سورج غروب

ہو چکا تھا۔ پھر سورج واپس آیا زمین اور پہاڑوں پر دھوپ چمکی ۔

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا

گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

اگر یہاں پر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہوئی تو سورج واپس آگیا لیکن غزوہ خندق کے موقعہ پر حضور سرور کونین ﷺ کی کئی نمازیں قضا ہوئیں تو حضور ﷺ کی قضا نمازوں کے لئے سورج واپس نہیں آیا کیا وجہ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضور کی زندگی تمام قیامت تک آنے والے مومنوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔

قرآن کہتا ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ :

تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اگر حضور ﷺ کی قضا نماز کے لئے ڈوبا سورج واپس آجاتا تو قیامت تک کے مسلمانوں کی قضا نمازوں کے لئے سورج واپس آتا اور یہ اللہ کی حکمت کے خلاف تھا۔

بہر حال حضرت علی کی قضا نماز کے لئے ڈوبا سورج واپس آیا۔

در حقیقت سورج بھی خدا کی ہستی کی ایک دلیل ہے مگر ایسی خاموش دلیل ہے کہ لوگ سورج کو پوجتے رہے اس دلیل کو دعویٰ بناتے رہے مگر سورج کچھ بولا نہیں لیکن حضور سرور کائنات کی یہ شان کہ جو خاموش دلیل آپکی پناہ میں آئے وہ ناطق ہو جاتی ہے۔ سورج نے حضور ﷺ کے اشارے سے واپس آکر گویا یہ کہا کہ اگر آپ اللہ کے بر حق رسول نہ ہوتے تو میں ان کے اشارے سے واپس نہ آتا۔

پس پتہ چلا کہ حضور سرور کونین ناطق دلیل ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی خاموش دلیل ہے اور اگر ذات مصطفیٰ ﷺ جو کہ خدا کی ہستی پر ناطق دلیل اتم ہیں ان چیزوں کو دلیل نہ بتاتی تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ یہ دلیل ہیں یا نہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے عقلاء ان دلیلوں کو دعویٰ بتاتے رہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وہ دلیلیں ہیں جو خاموش ہیں لیکن ان کا دلیل ہونا بھی حبیب خدا ﷺ کا مرہون منت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا کہ یہ دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان سے کہلوایا :

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۔

ترجمہ :

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے بدلنے

میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں۔

پیارے محبوب تو خدا کی وہ ناطق دلیل ہے کہ ان دلیلوں کے دلیل ہونے کا نطق بھی تو نے کیا اور یہ خاموش دلیلیں بھی تیری بارگاہ میں آکر ناطق ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ اصل دلیل تو حضور ﷺ ہیں اور باقی حضور علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر دلیل ہوئیں اور اصل کے بغیر فرع کا وجود نہیں اور جب اصل کے بغیر فرع ہوتی نہیں تو کوئی دلیل رسول کے بغیر نہ ہوئی اور دلیل نہ ہو تو دعویٰ کا پتہ نہیں چلتا۔ گویا حضور ﷺ نہ ہوتے تو خدا کا پتہ نہ چلتا۔

انسانوں نے مظاہر کائنات کی پوجا کیوں کی۔ انسان کی فطرت میں خدا کی محبت تھی اور جسکی محبت تھی اسکو پوجنا چاہئے تھا یہ کیا کہ فطرت میں تو خدا کی محبت ہو اور پوجا کرے چاند اور سورج کی بھلا یہ کیا بات ہوئی؟ یہ دو باتیں ذہن میں یکجا جمع نہیں ہوتیں کہ انسان کے دل میں محبت تو خدا کی ہو اور پوجے غیر خدا کو۔ انسان کو انسان کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ''اَنَس'' سے بنا ہے اور ''اَنَس'' کے معنی ہیں کہ اس نے محبت کی اور محبت کس سے کی اسی بنانے والے سے محبت کی تو انسان کہتے ہی اس کو ہیں کہ بنانے والے کی محبت اپنی فطرت میں رکھتا ہو بلکہ انسان کی فطرت کا جوہر ہی خدا کی محبت ہے۔ خدا

کا اُنس ہے کیونکہ اسی ''اَنَس'' سے تو وہ بنا ہے۔

عالم ارواح میں خدا تعالےٰ نے تمام روحوں کو فرمایا ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا رب نہیں ؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خدا تعالےٰ کی ربوبیت کا اعتراف و اقرار کیا پھر تمام رسولوں نے نبیوں نے صدیقوں نے شہیدوں نے صالحین نے اغوات نے اقطاب نے ابدال نے نقباء نے تمام معصومین نے مومنین نے مومنات نے عارفین نے عارفات نے سالکین نے سالکات نے سب نے کہا ''بلیٰ'' پہلے بلیٰ کا نعرہ سرور کائنات نے لگایا پھر حضور علیہ السلام کے نعرے پر سب نے بلیٰ کا نعرہ لگایا اور سب نے کہا کیوں نہیں ضرور تو ہمارا رب ہے اور جب یہ جسم یہاں آیا اور روح اس میں آئی تو روح نے کہا جسکی ربوبیت کا اقرار میں نے عالم ارواح میں کیا تھا وہ ہے کہاں ؟

اب کسی نے چاند کی طرف نظر اٹھا کر اسے تلاش کیا کسی نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر تلاش کیا کسی نے عناصر میں تلاش کیا کسی نے پہاڑوں میں تلاش کیا۔ بس محبت ہے جو اس کو لئے پھرتی ہے جو کبھی آسمانوں کی جستجو کراتی ہے کبھی زمینوں کی جستجو کراتی ہے کبھی پانی کی جستجو کراتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ تلاش کرو اس محبوب کو جسکی ربوبیت کا اعتراف کیا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ محبت تو مجبور کریگی کہ محبوب کی تلاش کرو لیکن

کامیابی ضروری نہیں کامیابی جب ہی ہو گی جب تلاش کا ذریعہ صحیح اور درست ہو گا اور اگر تلاش کا ذریعہ غلط ہے تو تلاش جاری رہے مگر کامیابی نہیں ہو گی۔

ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ایک پیالی میں چائے رکھی ہے اور آپ کو معلوم نہیں کہ اس میں چینی ہے یا نہیں تو آپ اس کو دیکھتے رہیں کیا صرف دیکھتے رہنے سے پتہ چل جائیگا کہ اس میں چینی ہے بالکل معلوم نہیں ہو گا آپ اپنے کان میں ڈالیں کہ شاید چینی کی آواز کان میں آجائے تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا۔ آپ اس میں انگلی ڈالیں کہ شاید انگلی کو پتہ چل جائے کہ چینی ہے یا نہیں۔ ہزار برس گزر جائیں تلاش جاری رہے گی مگر کامیابی نہیں ہو گی۔ کامیابی اس وقت ہو گی جب ایک گھونٹ چائے پی جائیگی۔ قوت ذائقہ سے مس ہو گا تو قوت ذائقہ بتادے گی کہ چینی ہے یا نہیں۔

ہر انسان اسی محبت کے فطری تقاضے کی بناء پر اس رب کو تلاش کر رہا ہے کہ جس کو بلی کہہ کر رب مانا تھا وہ کہاں ہے تو تلاش کا ذریعہ جس نے عقل کو بنایا وہ دہریہ ہو گئے اور جس نے حواس کو بنایا وہ مظاہر پرست ہو گئے۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ حصول علم کے تین ذریعے ہیں۔

## حواس خمسہ ۔ عقل اور خبر صادق

حواس خمسہ میں قوت باصرہ قوت سامعہ قوت ذائقہ قوت شامہ اور قوت لامسہ شامل ہیں۔ آنکھ کا کام ہے مبصرات کی صورتوں کو دیکھنا کان کا کام ہے مسموعات تک رسائی حاصل کرنا قوت ذائقہ کی رسائی مذوقات تک ہے قوت شامہ کی رسائی مشمومات تک ہے اور قوت لامسہ کی رسائی ملموسات تک ہے۔

آنکھ جس چیز کو دیکھتی ہے اس کا احاطہ کر لیتی ہے اور جو احاطے میں آ جائے وہ محدود ہو گی اور جو چیز محدود ہو گی وہ خدا نہیں ہو سکتی اور جو خدا ہو گا وہ محدود نہیں ہو سکتا۔ خدا غیر محدود ہے۔ لہٰذا اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح باقی قوتوں کا حال ہے یعنی خدا نہ سونگھا جا سکتا ہے نہ چھوا جا سکتا ہے نہ معاذ اللہ چکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی سنا جا سکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ خدا کی پہچان حواس خمسہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

دوسرا ذریعہ ہے عقل اس سے بھی خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اکثر اوقات دھوکہ کھا جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر گاڑی میں سوار ہوں اور وہ سٹیشن پر کھڑی ہو اور اسکے ساتھ کوئی اور گاڑی آکر ٹھہر جائے اور بعد میں وہ چلنے لگے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہماری گاڑی چل رہی ہے۔ اسی طرح چاند بادلوں میں آجائے اور بادل چل رہے ہوں تو ہمیں

محسوس ہوتا ہے کہ چاند دوڑ رہا ہے۔ علاوہ ازیں اگر عقل سے خدا تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی تو اہالیان امریکہ یورپ اور روس سب عارف باللہ ہوتے کیونکہ انہوں نے اپنی عقل سے ایسی ایسی ایجادات کی ہیں کہ ہماری عقلیں حیران ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کو عرفان الٰہی کی ہوا تک نہیں لگی۔

ثابت ہوا کہ حواس خمسہ اور عقل معرفت الٰہی کا ذریعہ نہیں ہاں ان سے حصول معرفت الٰہی میں مدد لی جاسکتی ہے لیکن ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حواس خمسہ ناقص ہیں اور عقل ناتمام ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ خدا کامل ہے عقل ناقص ہے وہ لامتناہی ہے حواس متناہی ہیں خدا لامحدود ہے اگر لامحدود کو تلاش کرنے کا ذریعہ محدود کو اور لامتناہی کو تلاش کرنے کا ذریعہ متناہی کو اور کامل کے لئے ناقص کو ذریعہ بنالیا جائے تو حصول مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کامیاب وہ ہوگا جس نے صحیح ذریعہ اختیار کیا اور درست اور صحیح ذریعہ خدا کی معرفت کا ہے۔

خبر صادق اور خبر صادق کا ذریعہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اگر خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے تو صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے اور ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ جس کسی نے بھی آپ کی ذات کو چھوڑ کر خدا کی تلاش کرنی چاہی وہ ساری عمر قعر ضلالت میں سرگرداں رہے گا کامیابی اسی وقت ہوگی جب دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو جائیگا۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
ترے منہ سے ذکر خدا ہے محمد ﷺ

وجود باری تعالےٰ کے اثبات کے لئے تین طرح کے دلائل پیش کئے جائینگے۔

آفاقی دلائل

انفسی دلائل

عقلی دلائل

# آفاقی دلائل

## دلیل نمبر ۱

## کمال قدرت

خداتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ۔

ترجمہ:

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور چیچڑیاں اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے معجزات تھے۔

جب قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے انکار

کر دیا اور سارے معجزات کو جادو بتایا اور بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم فرعون کے لئے عذاب کی دعا مانگی۔ حق تعالےٰ نے فرعونیوں کے لئے پانی کا عذاب نازل کیا۔ کالا ابر آیا سات رات دن تک برابر بارش ہوتی رہی۔ فرعونیوں کے گھر پانی کے چشمے بن گئے ہر عورت و مرد کے گلے گلے تک گھروں میں پانی کھڑا ہو گیا جو شخص ذرا جھکا فوراً ڈوب گیا۔ سیدھا کھڑا رہا زندہ رہا سارے باغ اور کھیت غرق ہو گئے۔ ایک ہفتہ برابر عذاب آتا رہا مگر بنی اسرائیل کے گھر قبطیوں کے محلّہ میں برابر دیوار سے دیوار ملی ہوئی ہے لیکن خدا کی قدرت برابر کا گھر پانی سے بھرا ہوا ہے خوب زور سے مینہ برس رہا ہے اندھیرا ہو رہا ہے اس کے پاس ہی مسلمان کا گھر سوکھا پڑا ہے۔ دھوپ نکلی رہی ہے ایک قطرہ اس طوفان کے پانی کا اس گھر میں موجود نہیں۔ قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے معذرت کی جسکی بنا پر ساتویں دن عذاب رفع ہو گیا مگر پھر وہی سرکشی کرنے لگے ایک مہینہ کے بعد دوسرا عذاب ٹڈیوں کا نازل ہوا قبطیوں کے سارے باغ کھیت ہر ایک قسم کی ہر چیز چاٹ لی انہی کھیتوں کے پاس بنی اسرائیل کے کھیت اور باغ تھے وہاں کسی ایک ٹڈی کا نام بھی نہ تھا اگر کسی کافر نے کچھ ٹڈیاں اپنے کھیت میں سے پکڑ کر مسلمان کے کھیت میں ڈال دیں تو وہ ٹڈیاں فوراً وہاں سے اڑ کر پھر کسی کافر کے کھیت میں جا پڑیں اگر کوئی درخت مسلمان اور کافر کی شراکت

میں تھا تو ٹڈیوں نے اس درخت کو آدھا کھالیا اور آدھا چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر کافر نے کہا اے مسلمان ٹڈیوں نے درخت کا جو حصہ کھایا ہے وہ تیرا جو چھوڑا ہے وہ میرا ہے۔ یہ کہتے ہی فوراً ٹڈیوں نے اس آدھے باقی کو بھی کھالیا اور وہ آدھا ٹڈیوں کا کھایا ہوا پھر دوبارہ ہرا ہو گیا۔ سات دن تک یہ عذاب رہا جب قبطی بہت روئے اور اقرار کیا کہ اب ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے اے موسیٰ دعا کرو کہ خدا تعالےٰ اس عذات کو رفع کر دے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی وہ ٹڈیاں فوراً غائب ہو گئیں۔ مگر پھر وہ انکار سرکشی کفر شروع کر دیا۔ اب پھر حضرت موسیٰ کی دعا کے نتیجے میں چیچڑیوں کا عذاب نازل ہوا جو تمام قبطیوں کے خون کو چوس گئیں۔ سارے جسم حتیٰ کہ آنکھوں کی پلکوں تک میں لپٹ گئیں لیکن کوئی چیچڑی مسلمان کے پاس نہ جاتی تھی۔ اہل ایمان بالکل امن میں تھے اس کے بعد مینڈکوں کا عذاب نازل ہوا جو فرعونیوں کے گھروں میں بھر گئے ہر طرح کی کھانے پینے کی چیز میں گر جاتے اور خراب کر دیتے مگر اہل ایمان بنی اسرائیل لوگ قبطیوں کے پاس بیٹھے رہتے انہیں ملطق نہ ستاتے نہ ان کے گھروں میں کوئی مینڈک نظر آتا نہ انکا کھانا خراب کرتا۔ یہ لوگ رحمت خداوندی کے سایے میں اور ایمان کے امن کے گنبد میں آرام سے بیٹھے تھے۔

پھر ان کے بعد قبطیوں پر خون کا عذاب نازل ہوا۔ دریائے نیل جسکا

اہل مصر پانی پیتے تھے وہ سارے کا سارا قبطیوں کے لئے نہایت کالا بدبودار خون بن گیا۔ سارے کنویں خون کے ہو گئے۔ قبطیوں کے پانی کے مٹکے اور برتن خون سے بھر گئے۔ اسی پانی کو اگر مسلمان پیتے اور بھرتے تو ان کے لئے وہ صاف وشفاف شیریں پانی تھا دو آنکھیں ایک میں لہر بہر دوسری میں خدا کا قہر اگر کسی کنویں پر مسلمان اور کافر پانی بھرتے ہیں تو کافر کے ڈول میں کالا خون مسلمان کے ڈول میں صاف پانی آتا تھا۔ ایک دن فرعون نے ایک قبطی اور ایک مسلمان کو اپنے دربار میں بلایا ایک برتن میں پانی بھرا پھر دونوں سے کہا اس میں سے اپنے اپنے چلو میں اٹھا کر پانی پیو جو چلو مسلمان اٹھاتا وہ پانی تھا جو کافر اٹھاتا وہ خون تھا۔ پھر فرعون نے حکم دیا تم دونوں اسی برتن سے منہ لگا کر پیو کافر شخص اس طرف مسلمان اُس طرف اس برتن پر جھک گئے۔ ایک طرف پانی دوسری طرف خون ہے جو پانی کافر اپنے منہ سے کھینچ رہا ہے وہ خون ہے اور جو مسلمان کی جانب ہے وہ صاف پانی ہے پھر فرعون نے حکم دیا اے اسرائیلی تو اپنے منہ میں پانی بھر بھر وہ کلی قبطی کے منہ میں ڈال مسلمان نے اپنے منہ میں پانی لیا پھر منہ کی کلی قبطی کے منہ میں ڈال دی قبطی کے منہ کے قریب پہنچتے ہی پانی خون بن گیا۔ اِدھر پانی اُدھر خون سات دن تک قبطیوں پر یہ عذاب مسلط رہا۔ پھر جب یہ لوگ بہت روئے اور حضرت موسیٰ سے التجا کی تو آپکی دعا سے خدا نے انہیں معاف فرمادیا اور عذاب رفع ہو گیا

لیکن قدرت مولیٰ کا تماشہ آنکھوں سے نظر آ گیا ایک دریائے نیل ہے کہیں قند مصری ہے کہیں زہر ہے کہیں طوفان کہیں امن وامان کہیں دھوپ ہے کہیں گھرے بادل کہیں موسم خشک کہیں موسلادھار بارش ایک ہی کھیت کے بعض حصے پر رحمت پروردگار دوسرا حصہ عذاب الٰہی کا شکار۔ یہ خدا کی ہستی کا کتنا بڑا عظیم ثبوت ہے۔﴿۲/۲۲۶ معالم التنزیل﴾

## دلیل نمبر ۲

## ارض وسما کا مربوط انتظام

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

ترجمہ:

اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو خدا نے اس طرح بنایا جس طرح اسے بنانا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ اپنے تخلیق کے مقاصد کو صحیح طریقے سے انجام دے سکے کائنات کی کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز میں غور کریں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا جیسی ہے۔

نیویارک کے ایک سائنسدان نے لکھا ہے :

زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اسکی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہائیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اس قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے لیکن اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اسکی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی۔ زمین کا جھکاؤ تیئیس درجہ کا زاویہ بناتا ہے اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برفباری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدوجزر اس شدت سے آتا کہ پہاڑوں کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن بھی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر

چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی اور روئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔ اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کارخانہ ہستی اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ ایک حکیم و دانا خالق نے اسکی تخلیق فرمائی ہے۔ ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا۔ ﴿Reader's Digest Oct:1960﴾

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

## دلیل نمبر ۳

## زمین کی رونق

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَهُوَالَّذِي مَدَّالْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهَاراً ط وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَازَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ط اِنَّ فِي ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ :

اور وہ وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنادئے اس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھلوں میں سے دو دو جوڑے بنادئے وہ ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو بے شک ان تمام چیزوں میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو

غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چند نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

## زمین

زمین کا وسیع و عریض فرش بچھایا جس پر لوگ آسانی سے چل پھر سکتے ہیں۔ زمین نرم اتنی کہ انگلی سے کریدی جا سکے اور سخت اتنی کہ کئی کئی منزلہ عمارات کا بوجھ آسانی سے اٹھالے۔ زمین مختلف پیداوار کا خزانہ ہے۔ معدنیات بناتات جمادات انسانات حیوانات مفردات اور مرکبات کی ماں ہے۔ مخلوقات کی ضروریات کا مخزن ہے۔ پھل پھول اور جڑی بوٹیوں کی روئیدگی کی جگہ غرضکہ زمین ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

## پہاڑ

جگہ جگہ پہاڑوں کا قائم کر دینا بھی اسکی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہے کس طرح ان کو بلند کیا اور ایک جگہ پر ان کو مستحکم کر دیا جن میں ان گنت معدنیات کے خزانے پیدا کر دیئے۔ کہیں سے کوئلہ نکل رہا ہے کہیں سے سونا بر آمد ہو رہا ہے۔ کہیں سے تانبا کہیں سے کچھ اور کہیں سے کچھ۔

زمین کو چونے سلفورک ایسڈ نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی ضرورت ہوتی ہے یہ چیزیں عموماً پہاڑوں میں ملتی ہیں پہاڑوں پر برف جمتی ہے جو پگھل

کر پہاڑی شگافوں میں چلی جاتی ہے اور جب یہ پانی چشمہ بن کر کہیں سے نکلتا ہے تو پوٹاش اور سلفر ہمراہ لاتا ہے۔ یہ چشمے دریا بنے اور دریا نہروں میں بٹ کر ہمارے کھیتوں میں پہنچے اور اس طرح ہماری ایک اہم ضرورت پوری ہو گئی۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَاَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَسَلَكَه' يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعاً مُّخْتَلِفاً اَلْوَانُهَا۔

ترجمہ:

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ پس زمین میں چشمے جاری کیے اور ان چشموں سے رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں۔

## پھل

پھلوں کی اقسام کا شمار آسان نہیں۔ ان میں رنگ و بو ذائقہ اور تاثیر کا جو بے پناہ فرق ہے وہ کبھی بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں اگر آپ بیک وقت قدرت کی ان تمام نیرنگیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں تو ایک قسم کے پھل کو ہی لیجیے۔ ایک ہی زمین ہے ایک ہی موسم ہے ایک ہی چشمے کے پانی سے آبپاشی ہوتی رہی ہے لیکن پھر بھی ان میں یکسانیت نہیں کوئی انتہائی شیریں ہے کوئی بے حد ترش کسی کا رنگ سبز ہے کسی کا زرد کوئی عمدہ کوئی ردی سوچو ان

میں رنگ وبو ذائقہ تاثیر کا یہ تفاوت کہاں سے آیا طبعی اسباب تو یکساں تھے معلوم ہوا ان تمام طبعی عوامل کے پیچھے کوئی اور قوت کار فرما ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اسباب میں اثر بھی اسی نے رکھا ہے اور اثر کا ظہور بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

## دلیل نمبر ۴

## کارخانۂ قدرت

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔

ترجمہ :

بے شک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لیکر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے زندہ کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔ ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں مندرجہ ذیل نشانیاں ہیں جو خدا کی ہستی کا پتہ دیتی ہیں۔

## آسمان وزمین کی پیدائش

آسمان ۹ ہیں۔ فلک قمر اس پر فلک عطارد پھر فلک زہرہ پھر فلک شمس پھر فلک مریخ پھر فلک مشتری پھر فلک زحل پھر فلک ثوابت جسے ہماری شریعت میں کرسی کہتے ہیں پھر فلک اعظم یعنی عرش۔ ان میں مختلف اور رنگ برنگے تارے کہ پہلے آسمان پر چاند دوسرے پر عطارد تیسرے پر زہرہ وغیرہ پھر ان تاروں کی روشنی اور رنگ مختلف ہیں کہ زہرہ سفید زحل مائل بہ سیاہ مشتری سنہری مریخ سرخ عطارد پیلا چاند سفید مگر اس میں سیاہی سورج بالکل صاب اسی طرح ان آسمانوں کی حرکتیں مختلف فلک اعظم یعنی عرش کی حرکت مشرق سے مغرب کی طرف باقی کی مغرب سے مشرق کی طرف مختلف آسمانوں سے مختلف انبیاء کرام کو تعلق ہے۔

اسی طرح زمین ہے کہ قدرت خداوندی کی عظیم نشانی ہے اسکا کچھ حصہ پانی سے باہر ہے اور بہت سا سمندر کے نیچے اس اوپر کے حصے کو جانوروں اور انسانوں کی قیام گاہ بنایا اس زمین پر کہیں اناج کی پیداوار کہیں سبزہ زار کہیں آبادی کہیں جنگل کہیں دریا نہریں کہیں سونے چاندی کی کانیں کہیں پہاڑ کہیں غار کہیں بالکل کھار یہ زمین مخلوق کی غلاظت اور ظلم برداشت کرے شاہ

گدا کو روٹی دے لیکن کسی پر احسان نہ کرے اسی سے آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی پر بندوں کی سجدہ گاہ اسی پر انبیاء علیھم السلام کی قبریں غرضکہ ایک زمین اور اس میں صدہا خاصیتیں اور تاثیریں ہیں پنجاب کی زمین ہر قسم کے پھل اور پھول اگا سکتی ہے۔ کشمیر پھلوں کی بنا پر جنت نظیر کہلاتا ہے۔ عرب میں کھجور کثرت سے ہوتی ہے۔

## رات اور دن

ان کا آپس میں ذاتی اختلاف ہے رات تاریک ہے دن روشن ہے رات سرد دن گرم دونوں میں بظاہر عداوت مگر پھر ان میں ایسا اتفاق کہ کبھی رات اپنا ایک حصہ دن کو بخش دے اور خود گھٹ کر اسے بڑھا دے کبھی اس کے عوض دن اپنا کچھ حصہ رات کو عطا کر کے اسے بڑھا کر خود گھٹ جائے غرضکہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے مخالف مگر دونوں مل کر خلق خدا کے خدمت گار رات سب کو سلا کر موت کا نمونہ قائم کرے دن سب کو جگا کر زندگی بعد موت کا مزہ چکھائے یہ تمام باتیں بغیر قادر حکیم کے ناممکن ہیں۔

## کشتی کا دریا میں تیرنا

یہ بھی ایک عجیب چیز ہے پانی ہلکی سی چیز کو بھی نہیں اٹھاتا لوہے کا معمولی سا ٹکڑا بھی اس میں نہیں ٹھہرتا مگر کئی ٹن وزنی جہاز کئی من وزن لیکر

تنکے کی طرح تیرتا پھرتا ہے۔ پھر قدرت نے بعض چیزیں بعض ملکوں میں کثرت سے پیدا کیں اور بعض ملکوں میں ان چیزوں کی قلت کر دی تا کہ قلت والے علاقوں میں وہ اشیاء بذریعہ بحری جہاز پہنچ سکیں۔

## بارش

بارش پانی کا خزانہ ہے سمندر زمین پر ہے مگر اسے ہوا بنا کر قدرت نے اوپر اڑایا پھر وہاں سے پانی بنا کر نیچے ٹپکایا اور تلخی وغیرہ دور کر کے اسے پینے اور کھیت کو سیراب کرنے کے قابل بنایا اس پر جانداروں کی زندگی موقوف رکھی اسی کو برف بنا کر پہاڑوں پر گرایا اور گرمی کے موسم میں اسے پگھلا کر دریا بہائے بعض جگہ وہ بھی ہے جہاں بارش کا پانی پیا جاتا ہے۔

## جانوروں کا پھیلاؤ

خدا تعالےٰ نے زمین پر چلنے والی کئی قسم کی مخلوق پیدا فرمائی ہے۔ انسان حیوان درندے چرندے پرندے اور حشرات الارض وغیرہ بعض حیوانات وہ ہیں جو تاریک غاروں میں رہتے ہیں۔ بعض حیوانات چلتے نہیں مثلاً برف کے کیڑے بعض سرکتے ہیں مثلاً صدف بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں مثلاً سانپ بعض دوڑتے ہیں مثلاً چوہا بعض کے دو پاؤں ہوتے ہیں بعض کے چار بعض کے چھ بعض کے اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ ہزاروں پاؤں والے جانور بھی ہوتے ہیں۔ غرضکہ اللہ نے حیوانات کی متعدد اقسام بنائیں ہیں۔ ہر

نوع کا رنگ شکل ہیت وغیرہ دوسری نوع سے مختلف رکھی۔

## ہواؤں کا انقلاب

ہواؤں میں خدا تعالےٰ نے مختلف تاثیریں رکھی ہیں۔ پچھوا ہوا زمین کو خشک کرتی ہے۔ پُروائی تر کر دیتی ہے شمالی ہوا بادلوں کو جمع کرتی ہے جنوبی ہوا بادلوں کو پھاڑ دیتی ہے۔ اسی سے زندہ مخلوق سانس لیتی ہے۔ یہی لقوہ اور فالج کے حملے کا سبب بنتی ہے۔ اسی ہوا سے دریاؤں میں کشتیاں چلتی ہیں۔ یہی ہوا ماں کے پیٹ میں بہت سے پردوں کے اندر بھی بچے تک پہنچ جاتی ہے۔ ہوا اثر لینے اور دینے میں بے مثل ہے۔ گلشن میں سے گزرے تو مہک بن جائے اور دور دور تک خوشبو پہنچا دے۔ غلاظت پر گزرے تو گندی ہو جائے اور دور تک لوگوں کو پریشان کر دے۔ درخت چنار سے لگ کر بیماروں کو شفا دے زہریلے جانوروں کے منہ سے لگ کر آئے تو ہلاکت کا باعث بنے۔ آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کریں تو شفا ہو جائے۔ حضرت مریم حضرت جبریل کی پھونک سے حاملہ ہوئیں۔ قیامت حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے سے قائم ہو گی۔ غرضکہ کہیں کی ہوا وبا کہیں کی شفا۔ جس ہستی نے ہوا میں یہ مختلف تاثیریں پیدا کی ہیں اسی کو خدا تعالےٰ کہتے ہیں۔

## بادل

کروڑوں من وزنی پانی بادل کی شکل میں آسمان و زمین کے درمیان لٹکا

دیتا ہے۔نہ تو کسی زنجیر میں معلق ہے اور نہ کسی میز پر رکھا ہوا ہے پھر کبھی اسی بادل سے بہت سا پانی برستا ہے تو بربادی ہو جاتی ہے اور معمولی برسے تو ''باعث آبادی ما'' کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ پھر اتنا وزنی بادل ہوا میں روئی کے گالے کی طرح اڑتا پھرتا ہے۔

جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو اردگرد کی آکسیجن نائٹروجن میں تبدیل ہو جاتی ہے اور نائٹروجن نباتات کی غذا ہے اور نباتات ہماری غذا ہیں۔ آجکل کئی بیماریوں کا علاج بجلی کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ انسانی بدن کی طرح زمین بھی کئی امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ آسمان بھی زمین کی ان تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ جب زمین کی لہریں ہوا سے گزر کر زمین کو چھوتی ہیں تو مردہ زمین میں عناصر حیات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آج کل دنیا کے کئی ملکوں میں بجلی سے ٹرینیں چلتی ہیں۔ آسمانی بجلی سے بھی اس قسم کا کام لیا جاتا ہے۔ ہوا بادلوں کا انجن ہے لیکن جب فضا میں مکمل سکون ہو اور ہوا تھمی ہوئی ہو بادلوں کو کھینچنے کا کام بجلی سے لیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا اس سارے نظام کے پیچھے قدرتی ہاتھ کام کر رہے ہیں۔

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

# دلیل نمبر ۵

## روئیدگی نشان قدرت

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ذٰالِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔

ترجمہ:

بیشک اللہ دانہ اور گھٹلی کو چیرنے والا ہے۔ زندہ کو مردے سے نکالے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ تم کہاں روندے جاتے ہو۔

یہ آیت وجود باری تعالیٰ کی زبردست دلیل ہے اس میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بالی کو چیر کر اس میں دانے بھر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے دانے اور گھٹلی کے دو حصے فرمائے گندم اور کھجور کی گھٹلی کے بیچ میں ایک لکیر سی ہوتی ہے جس سے اس کے دو حصے معلوم ہوتے ہیں۔ جب دانہ اور گھٹلی تر زمین میں بو دی جاتی ہے تو کچھ دن بعد خدا کے حکم سے دو طرفہ چرتی ہے۔ اوپر کے چراؤ سے پودے درخت بنتے ہیں جو زمین کو پھاڑ کر اوپر کو نکلتے ہیں۔ پھر اس میں تنا شاخیں پتے پھول اور پھل وغیرہ نکلتے ہیں جن کے رنگ مزے اور تاثیریں

مختلف ہیں اور نیچے والے چراؤ سے درخت کی جڑیں جڑ کی رگیں زمیں کے نیچے کی طرف چلتی ہیں اور دور دور تک پھیل جاتی ہیں۔اب دونوں حصوں میں وہ شاندار تعلق ہوتا ہے کہ سبحان اللہ جڑ زمین سے کھادپانی چوس کر شاخوں کو فیض دیتی ہے اور شاخیں ہوا دھوپ چاندنی وغیرہ حاصل کر کے جڑ کو پہنچاتی ہیں۔ان چیزوں پر غور کرو اور انکے بنانے والے کی تعریف میں اپنی زبان کو حرکت دیتے رہو اور سراپا حیرت واستعجاب بن کر کہو ؎

تجلّی تیری ذات کا سوبسو ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر توہی تو ہے

اسی طرح اللہ تعالیٰ جاندار جانور کو بے جان نطفے سے پیدا کرتا ہے۔ یونہی جاندار چوزوں کو بے جان انڈوں سے پیدا کرتا ہے۔ جاندار مومن کو بے جان کافر سے پیدا کرتا ہے کہ ماں باپ کافر بیٹا مومن۔ایمان زندگی ہے کفر موت ہے۔جاندار مطیع وعابد کو بے جان عاصی وغافل سے پیدا کرتا ہے کہ ماں باپ غافل گنہگار بیٹا عاقل اور پرہیزگار۔ اسی طرح جاندار بوٹے اور درخت سے بے جان دانہ اور گھٹلی پیدا فرماتا ہے۔

# دلیل نمبر ۶

## پانی میں روشندان

خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔

ترجمہ :

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے بڑے سارے پہاڑ کے ہو گیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے قلزم کے کنارے پہنچے تو فرعون بھی اپنے لشکر جرار کو لیکر تعاقب کرتا ہوا وہاں آ پہنچا بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ سے کہا اب ہم کیا کریں ہم تو پکڑ لئے گئے آگے بحر قلزم پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا گھبراؤ نہیں میں تمہیں اپنی رائے سے نہیں لایا بلکہ خدا کے حکم سے تمہیں لے کر آیا ہوں وہ وعدہ خلاف نہیں چنانچہ خدا نے وحی کی اے پیغمبر اپنا عصا دریا پر مارو پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی دریا بحکم خدا پھٹ گیا راستے پیدا ہو گئے

اور آفتاب کی دھوپ نے ان کو خشک کر دیا اور پانی دیواروں کی مثل کھڑا ہو گیا خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ان پانی کی دیواروں میں طاق بنادیے تاکہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے راستے بھی بارہ ہی بن گئے جن پر حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر چلے گئے اور اس طرح دریا کو پار کر لیا ہے کس انسان میں طاقت ہے کہ رواں دواں دریا کے پانی کو دیواروں کی شکل میں کھڑا کر کے ان میں روشندان بنادے وہ ایک ہی ذات یکتا ہے جو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر" ہے۔

تدبیر سدا راس جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز

## دلیل نمبر ۷

## بادل سے آگ

ارشاد خداوندی ہے:

فَکَذَّبُوْہُ فَاَخَذَھُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّه' کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ اِنَّ فِی ذَالِكَ لَآیَةً۔

ترجمہ:

پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب

نے پکڑ لیا وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔

اہل مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان پر ایمان لانے سے منکر ہوئے اور عذاب الٰہی کو دعوت دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر وہ سارے کے سارے کافر حدود شہر سے باہر آگئے اور ایک روایت میں ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ کہیں ٹھنڈک کا نام و نشان نہ تھا۔ تلملا اٹھے اس کے بعد ایک ابر آیا اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو وہ بادل پھٹ گیا اور میں سے آگ نکلی جس نے سب کو جلا کر بھسم کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق ایک چیخ کی آواز آئی جس سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ بادل سے آگ نکلنا یا آواز بصورت چیخ بر آمد ہونا اس قادر مطلق کی ہستی کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔

بے نقابی یہ کہ ہر ذرے سے جلوہ آشکار

اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

# دلیل نمبر ۸

## رزاق مطلق

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَاتَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا۔

ترجمہ :

بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان کو اللہ روزی دیتا ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ جب کوّے کے بچے نکلتے ہیں تو ان کے پروبال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے۔ تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھراتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جبکہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالےٰ ان کے پاس چھوٹے چھوٹے مچھر بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بنتے ہیں۔

جب کبوتر کے انڈے سے بچے نکلتے ہیں تو دو دن تک وہ اپنے بچوں کو دانہ پانی نہیں بھراتے بلکہ صرف وہ اپنے منہ سے ہوا بھراتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بے زبان جانور نے کس طبیہ کالج میں تعلیم پائی تھی جو بچے

کی نا قابلیتِ غذا کا علم ہوا۔ غذا کو بچے کے لئے مضر باعث موت ہونا معلوم کر لیا اور بجائے غذا کے ہوا دی اور یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ہوا میں پرورشی اجزا موجود ہیں جسکی بنا پر تین روز تک ہوا سے کام لیا اور اس تدبیر سے بچہ بھی زندہ رہا تین روز کے بعد کبوتر نے کونسی نبض دیکھ کر یا کس آلہ سے قلب کی حالت کو مقوی پا کر بچہ کی قابلیت معلوم کر لی جس قوت نے کبوتر کی رہنمائی فرمائی اس کو خالق کائنات کہتے ہیں۔

# دلیل نمبر ۹

## تسخیر البحر

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَلَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔

ترجمہ :

اللہ وہ ہے جس نے مسخر کردیا تمہارے لئے سمندر کو تاکہ رواں رہیں اس میں کشتیاں اس کے حکم سے اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کیا کرو۔

سمندر کا سرکش پانی اس ذات بے ہمتا نے انسان کے لئے مسخر کردیا۔ سمندر انسان کی مفت خدمت سرانجام دیتا ہے۔ اسکی سطح کو خدا نے اتنا نرم بنادیا ہے کہ انسان آسانی سے اس میں غوطہ زن ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے مسافر بردار جہاز مال بردار جہاز اور وہ ٹینکر جو لاکھوں ٹن تیل اٹھا کر دور دراز مقامات تک پہنچاتے ہیں وہ اس میں تیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ لوگ سمندر میں غوطہ لگا کر آبدار موتی نکالتے ہیں۔ سمندر میں پہاڑوں کی طرح اٹھی ہوئی موجیں اور تند و تیز طوفان برپا ہوتے ہیں لیکن وہ سب حکم خداوندی کے

پابند ہیں۔ قدرت کاملہ نے سمندر میں انسان کی خوراک کے لئے مچھلیاں پیدا فرمائیں جو سمندر کے کھارے اور کڑوے پانی میں جنم لیتی ہیں۔ اسی میں انکی خوراک اسی میں پرورش پاتی ہیں لیکن مچھلی کے گوشت میں اس کڑوے پانی کی بو تک نہیں۔

سمندر میں نمک کی وجہ یہ ہے کہ نمک میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گوشت کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ قدیم مصری اقوام اپنے فرمانرواؤں کی لاشوں کو نمک لگا دیتے تھے تاکہ وہ قبروں میں گل سڑ نہ جائیں۔ ہم اپنے گھروں میں بھی آئے دن رات کے گوشت کو صبح تک محفوظ رکھنے کے لئے نمک لگا دیا کرتے ہیں۔ چونکہ سمندر میں ہر روز کروڑوں مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اور ایام جنگ میں ہزاروں انسان سمندر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں اس اللہ تعالےٰ نے سمندر کو تعفن سے محفوظ رکھنے کے لئے نمک کی کثیر مقدار پانی میں شامل کر دی۔ اگر خشکی کے کسی جانور کو پانی میں پھینک دیا جائے تو وہ گل سڑ جاتا ہے قدرت کا کمال ملاحظہ فرمایئے کہ سمندر میں کروڑہا جانور موجود ہیں اور وہ گلتے سڑتے نہیں بلکہ ہر وقت تازہ رہتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْماً طَرِيًّا

ترجمہ :

اور تم سمندروں سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔

## دلیل نمبر ۱۰

## حیران کن کرشمہ

ارشاد ربانی ہے :

وَهُوَالَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْب" فُرَات" وَّهٰذَا مِلْح" اُجَاج"
وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخاً وَّحِجْراً مَّحْجُوْراً۔

ترجمہ :

اور اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے ملادیا دو دریاؤں کو یہ بہت شریں اور یہ بہت سخت کھارا اور بنادی اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان آڑ اور مضبوط رکاوٹ۔

پانی دو قسم کے ہیں، میٹھے خوش ذائقہ اور تلخ و نمکین لیکن ہر پانی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ ان کو الگ الگ رکھنے کے لئے قدرت نے رکاوٹیں قائم کردی ہیں تاکہ یہ باہم مل نہ سکیں یہ رکاوٹیں کبھی تو اتنی لطیف اور غیر محسوس ہوتی ہیں کہ انسان دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک جگہ نلکا لگایا گیا تو پانی میٹھا نکلا پھر چند فٹ کے فاصلے پر نلکا لگایا گیا تو پانی کھارا نکلا

بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دیوار کے اندر والا پانی میٹھا اور باہر والا کھارا۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ سمندر میں جب مد ہوتا ہے تو سمندر کا آب شور دور تک خشکی کے دریاؤں ندی نالوں میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ان کے میٹھے پانیوں کے ساتھ ملتا نہیں اور جذر کے وقت وہی آب شور واپس ہو جاتا ہے اور ان دریاؤں کا میٹھا پانی حسب سابق رواں رہتا ہے اور اس کے ذائقے میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ دریائے نیل جب بحر روم میں جا کر گرتا ہے تو کئی میلوں تک سمندر میں اسکا پانی جوں کا توں چلا جاتا ہے نہ اسکی رنگت بدلتی ہے اور نہ اسکا ذائقہ تبدیل ہوتا ہے۔

بنگال میں ''ارکان'' سے ''چاٹگام'' تک ایک دریا بہتا ہے جسکی شان یہ ہے کہ اسکی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ حصے میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلتی ہے جو دونوں کے ملنے کی جگہ ہے سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔ ہندوستان کے ضلع ''باریسال'' میں دو ندیاں ہیں ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھاری بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیز۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ امر ہے کہ کھارے کڑوے سمندر

کے وسط میں پانی کے ایسے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں جن کا پانی میٹھا ہے۔

چنانچہ ترکی کے امیر البحر علی رئیس نے اپنی کتاب مراۃ الممالک میں لکھا ہے کہ خلیج فارس میں آب شور کے نیچے شیریں پانی کے چشمے ہیں جن سے میں اپنے بیڑے کے لئے پینے کا پانی حاصل کرتا رہا ہوں۔ جب امریکی کمپنی نے سعودی عرب میں تیل نکالنے کا کام شروع کیا تو ابتداء میں وہ بھی خلیج فارس کے انہی چشموں سے پانی حاصل کرتی تھی۔

اب غور فرمایئے وہ کس کی طاقت ہے جو زیر زمین میٹھے پانی کے ذخیروں کو کڑوے پانی سے الگ رکھتی ہے جو حالت مد میں سمندر کے کڑوے پانی کی موجوں کو میٹھے پانی پر چڑھ آنے کے باوجود ملنے نہیں دیتی وہ ایک ہی ذات ہے جو خالق کائنات ہے۔

# دلیل نمبر ۱۱

## دودھ اور حکمت بالغہ

ارشاد ربانی ہوتا ہے :

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّافِي بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَبَناً خَالِصاً سَائِغاً لِلشَّارِبِيْنَ۔

ترجمہ :

اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں عبرت ہے دیکھو ہم تمہیں

پلاتے ہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے۔

اللہ تعالےٰ اپنی ایک عظیم نعمت یاد دلا رہا ہے اور اس میں غور و خوص کی دعوت دے رہا ہے۔ ایک بھینس جو خوراک کھاتی ہے وہ اس کے حلق سے اتر کر اسکے معدے میں پہنچ جاتی ہے۔ معدہ ایک ہے اور عوامل بھی یکساں ہیں جو خوراک کو ہضم کے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں لیکن اسکا کچھ حصہ گوبر بن جاتا ہے اور کچھ خون بن کر جسم کے تمام اعضاء میں پہنچ جاتا ہے اور اس تقسیم میں یہ بھی حکمت ہے کہ ہر عضو کو خون کی اتنی مقدار ہی بہم پہنچائی جاتی ہے جتنی اس کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن خون اور گوبر کے علاوہ ایک اور چیز بھی اس خوراک سے بنتی ہے رنگ وبو اور ذائقہ میں وہ ان دونوں چیزوں سے مختلف ہوتی ہے وہ ہے سفید دودھ۔ بھینس کی اوجھڑی کے اوپر کے حصے میں خون نچلے حصے میں گوبر اور درمیان میں دودھ کا قوام تیار ہوتا ہے اور اسکے قوام کو اللہ تعالےٰ ہضم کے مختلف مراحل سے گزارتا ہے۔ پھر دودھ جانور کے تھنوں تک پہنچا دیتا ہے۔ دودھ کے نیچے گندگی اور غلاظت اور اس کے اوپر سرخ خون دوڑ رہا ہے۔ آخر وہ کونسی حقیقت ہے جو جانوروں کے پیٹ میں تصرف کر کے سرخ رنگ کے سیال خون اور بدبودار گوبر کے درمیان سے

صاف سفید شیریں اور خوشبودار دودھ کو اس طرح باہر نکال دیتی ہے کہ نہ گوبر کا کوئی ذرہ اس میں داخل ہوتا ہے اور نہ خون کا قطرہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا یہ صاف اور پاکیزہ دودھ خالق کائنات کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ یقیناً کرتا ہے لیکن ؎

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

دودھ کا یہ حصول چارہ کا طبعی خاصہ نہیں ہے ورنہ نر جانور بھی یہی چارہ کھاتے ہیں اور ان سے دودھ کا ایک قطرہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ یہ مادہ جانور ہی کی طبعی خصوصیت ہے ورنہ ایام حمل میں یا اس سے پہلے بھی وہ دودھ دیتی رہے نہ بچہ کی خصوصیت ہے کیونکہ بچہ کے مر جانے کے بعد بھی وہ ایک مدت معینہ تک دودھ دیتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں سے دودھ کے حصول کے نظام میں چارہ جانور اور بچہ کوئی چیز مرکزی کردار ادا نہیں کرتی اس تمام مربوط نظام میں جو دودھ کے حصول کا سبب ہے وہ ایک ذات کار فرما ہے جو عالم کے ذرہ ذرہ میں اپنا تصرف فرما رہی ہے۔

## دلیل نمبر ۱۲

## شہد ایک نشانی

خالق ارض و سماء کا ارشاد ہے :

وَاَوْحیٰ رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتاً وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِی مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ۔اِنَّ فِیْ ذَالِكَ لَاٰیَةً لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ :

اور ڈالدی آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات کہ بنایا کر پہاڑوں مین چھتے اور درختوں میں اور ان چھپروں میں جو لوگ بناتے ہیں پھر رس چوسا کر ہر قسم کے پھلوں سے پس چلتی رہا کر اپنے رب کی آسان کی ہوئی راہوں پر نکلتا ہے ان کے شکموں سے ایک شربت مختلف رنگوں والا اس میں شفاہے لوگوں کے لئے بیشک اس مین نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

کائنات کی بڑی بڑی چیزیں اپنے جمال و جلال اور نفع رسانی کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہیں لیکن عام طور پر چھوٹی چیزوں کو حقیر سمجھ کر لائق التفات خیال نہیں کیا جاتا اور پھر مکھی جیسی چھوٹی چیزوں کیلئے کس کو فرصت ہے اس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ خدا تعالےٰ کی حکمت قدرت کے جلوے صرف پہاڑوں جانوروں اور بلند وبالا درختوں میں ہی نظر

نہیں آتے بلکہ ایک چھوٹی سی شہد کی مکھی بھی اسکی حکمتوں کی تجلی گاہ ہے۔ اس کے مختصر سے چھتے میں بھی قدرت کے کرشموں کا انبار لگا ہوا ہے۔ ذرا اسکے چھتے کو دیکھو کس مہارت سے اس کو مسدس خانوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جن کے تمام اضلاع اور سارے زاویے مساوی ہیں کوئی ماہر انجینئر بھی مسطر اور پرکار کی مدد سے ایسے مسدس خانے نہیں بنا سکتا پھر اسکے مختلف حصوں پر نظر ڈالو کہیں تو نوزائیدہ بچوں کی قیام گاہ ہے کہیں شہد کا ذخیرہ کیا جا رہا ہے کہیں موم تیار ہو رہا ہے۔ کہیں خوراک کا گودام ہے پھر اس حیران کن نظم ونسق کو دیکھو جس کے تحت یہ کثیر التعداد مکھیاں یہاں آباد ہیں کسی متمدن ملک کی بہترین تربیت یافتہ فوج بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں ایک مکھی سب کی سردار ہوتی ہے اور دوسری مکھیاں اس کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں بعض خوراک فراہم کرنے پر مقرر ہیں۔ بعض پہریدار اور اس کے حکم بجالانے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتیں۔ بعض خوراک فراہم کرنے پر مقرر ہیں بعض پہریدار ہیں کیا مجال ہے کہ کوئی اجنبی اندر قدم بھی رکھ سکے جو خوراک لانے پر متعین ہیں وہ اپنے چھتہ سے دور دراز مقام پر اڑ کر جاتی ہیں وہاں مختلف پھلوں کلیوں کونپلوں اور پتوں کا رس دن بھر چوستی رہتی ہیں اور پھر طویل مسافت طے کر کے اپنے چھتے میں واپس آجاتی ہیں۔ نہ وہ اپنا راستہ بھولتی ہیں اور نہ لیٹ ہوتی ہیں

اور نہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کسی کاہلی کی روادار ہیں۔ پھر جس حکمت وخوبی سے پھلوں کے چوسے ہوئے اس رس کو شہد بنانے کا عمل تکمیل پاتا ہے وہ تو اتنا حیرت انگیز ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان اتنے علمی کمال اور صنعتی ترقی کے باوجود کوئی ایسی مشینری تیار نہیں کر سکا جس کے ذریعے وہ پھلوں وغیرہ کے رس سے شہد جیسا جوہر کشید کر سکے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اس چھوٹی سی مخلوق کو یہ مہارت اور یہ کمال کس نے سکھایا، یہ باقاعدگی، نظم ونسق، اپنے فرائض کی ادائیگی، اپنے امیر کی اطاعت، یہ فنی نزاکتیں اور اس پیچیدہ کام کو انجام دینے میں اتنی نفاستیں یہ سب چیزیں اس حیوان کو کس نے سکھائیں صرف اور صرف وہ ایک ہی حقیقی ہادی ہے جس نے ہر مخلوق کو اسکی ضرورت کے مطابق عقل وشعور کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۳

### حسن نباتات

ارشاد خداوندی ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

يُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ :

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اگائے سبز رنگ پودے پیدا کر کے ان سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے وہ گچھے لگائے جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور زیتون اور اناروں کے باغات پیدا کئے۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو ان نباتات میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں ہیں۔

جس طرح جانور گھاس کھاتے ہیں اسی طرح پودے زمین کو کھاتے ہیں پودوں کی غذا نائٹروجن چونا ہائیڈروجن اور پوٹاش وغیرہ ہے۔ یہ عناصر درختوں کے پتوں گوبر ہڈیوں خون اور بالوں سے حاصل ہوتے ہیں خزاں میں پت جھڑ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ یہ پتے زمین کو طاقت بخشتے ہیں۔ اس قدر وسیع زمین میں کھاد ڈالنا انسان کے بس کی بات نہیں اسی طرح ۲۵ ہزار میل لمبی زمین کو سیراب کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے اوّل الذکر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے موسم خزاں میں تقریباً تمام درختوں کے پتے کھاد بنا کر ہر طرف بکھیر دیے اور مؤخر الذکر مشکل کو یوں حل کیا کہ سورج

نے شعاعوں کے ڈول سمندر میں ڈالے ہوا کے سقے ان ڈولوں کو اٹھا کر چل دیے اور ہر طرف جل تھل کا عالم نظر آنے لگا۔

درخت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں یہ زندگی میں ہمارے شریک ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔ سانس لیتے ہیں۔ بڑھتے ہیں بچے پیدا کرتے ہیں ان کی مشینری انسانی بدن کی مشین سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہماری طرح کش مکش حیات میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف حیرت انگیز نظام سے جنگ کرتے ہیں۔ بڑے درخت کے سایے میں چھوٹا پودہ نہیں بڑھ سکتا دو درخت قریب قریب لگا دو تو وہ ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر کمزور ہو جاتے ہیں۔

دنیا کا تمام تر حسن نباتات سے ہے یہ سیر گاہیں یہ چراگاہیں یہ گل گشتیں یہ روشیں اور یہ چمن سونے پڑ جاتے اگر نباتات کا حسن دنیا کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ نباتات کے دم سے انسانی وحیوانی زندگی کی بہار قائم ہے۔ گندم جو چاول پھل کو کو کافی چائے اور شربت نباتات سے حاصل ہوتے ہیں دودھ شکر گھی مکھن اور شہد نباتات کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ ربڑ جو ہماری معاشرت کا ضروری جزو بن چکا ہے درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ الغرض نباتات ہمارے لئے نہ صرف مدار حیات ہیں بلکہ وہ ہماری معاشرت اور تمدن تک کا جزو بن چکے ہیں بعض موقعوں پر پودے یوں بھیس بدل کر ہمارے سامنے

آجاتے ہیں کہ پہچانے نہیں جاتے۔ غسل خانے میں جس صابن سے بدن صاف کیا جاتا ہے وہ بناتاتی تیلوں سے تیار ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ جسم پر صابن نہیں بلکہ ایک درخت رگڑا جارہا ہے۔ ہماری قمیض شلوار کتابیں اخبارات رسالے لفافے گتے ٹکٹ اشتہارات اور دیگر کئی قسم کی مصنوعات نباتات ہی کا فیض ہے۔ درخت ہمارے لئے کتنے مفید ہیں اس بات کا اندازہ اس چیز سے بھی بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ حیوانات کاربن ڈائی اکسائڈ نکالتے ہیں جو نرا زہر ہے۔ درخت اس زہر کو چوس لیتے ہیں اور ہمارے لئے آکسیجن باہر نکالتے دیتے ہیں جسکے بغیر انسان کا زندہ رہنا محال ہے۔

پھل دار درختوں کی حفاظت کے لئے خالق کائنات نے کئی انتظامات کئے مثلاً سنگترے اور انار کا چھلکا کڑوا بنادیا تاکہ کسی جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت نہ ہو۔ قدرت کا کمال صناعی دیکھئے کہ زمین وہی ہے درخت وہی ہے اور رس پہچانے والی شاخیں وہی ہیں لیکن انار کا چھلکا سخت کڑوا اور دانے میٹھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ چھلکے اور دانوں کے الگ الگ دو کارخانے ہیں جو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ایک مٹھاس تیار کررہا ہے اور دوسرا کڑواہٹ یہ دونوں رس پاس پاس ہیں لیکن ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہوتے۔

اخروٹ اور بادام اونچے پہاڑوں پر پیدا ہوتے ہیں جہاں برف کی وجہ سے میدانی جانور نہیں جاسکتے۔ یہاں صرف گلہری چوہوں کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس لئے قدرت نے ان کے چھلکے سخت بنا دیے تاکہ چوہے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

قدرت کا منشاء تھا کہ پھل دار درخت کسی ایک علاقے یا ملک میں نہ رہیں اس لئے ان کی نسلوں کو دور دراز ممالک تک پہنچانے کے لئے کئی وسائل استعمال کئے۔

ا۔ ہوائیں دوسرے ممالک میں بیج اڑا کر لے گئیں۔

ب۔ بیج برساتی نالوں اور دریاؤں میں بہہ کر دیگر علاقوں میں چلے گئے۔

ج۔ کوے طوطے اور شارکیں اور دیگر پرندے منقاروں میں میوے لئے اِدھر اُدھر اڑ گئے۔

د۔ آدمی آموں کے ٹوکرے دوسرے ممالک میں لے گئے۔

صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے جسے طے کرنے کے لئے اب بھی اونٹ سے کام لیا جاتا ہے امکان تھا کہ مسافر راہ میں بے توشہ نہ ہو جائیں اس لئے اس ریگستان میں ہر طرف کھجوروں کے درخت اُگا دیے اور انہیں بلند قامت بنا دیا تاکہ یہ قیمتی پھل جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائے۔ نیز قرب زمین کی گرمی سے قدرے محفوظ ہو جائے۔ کھجوروں کے تنے اس لئے ریشہ دار اور کھوکھلے بنائے گئے تاکہ تھرموس بوتل کی طرح اندر کی ہوا بیرونی حرارت سے متاثر نہ ہو اور پھل خشک نہ ہو جائے۔ انسانی بدن کی مشین

کو دو طرح کی چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ شکر اور نشاستہ یہ دونوں اجزاء کھجور میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔

جنگل میں حفاظت اثمار کے مصالح ناپید ہوتے ہیں کیلا صرف ایک ہفتے میں گل سڑ جاتا ہے سیب پلپلا ہو جاتا ہے امرود میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ شہتوت اور لوکاٹ چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں لیکن کھجور کو اللہ نے کسی خاص مصالح سے یوں محفوظ کر دیا کہ مہینوں خراب نہیں ہوتی۔ کھجور کی جڑیں زمین سے دو قسم کا رس چوستی ہیں۔ کثیف اور لطیف۔ کثیف سے تنا اور شاخیں بنتی ہیں اور لطیف سے پھل پھل کے ہر دانے کے ساتھ ایک مصفی لگا ہوتا ہے جو رس کو مزید صاف کرتا ہے۔ گھٹلی کی ترکیب کچھ لطیف اور کچھ کثیف رس سے ہوتی ہے۔ لیکن گھٹلی کڑوی اور چھلکا میٹھا۔ ان ہر دو کے درمیان ایک پردہ لگا دیا گیا ہے تاکہ تلخی اور شیرینی خلط ملط نہ ہو جائیں۔

درخت عموماً راستوں پر اگتے ہیں اس لئے کہ مسافر پھل کھا کر گھٹلیاں پھینک دیتے ہیں اور وہاں درخت اُگ آتے ہیں جہاں کہیں درخت نظر آتے ہیں اور وہاں راہ موجود نہیں تو سمجھ لو کہ یہاں سے کبھی کوئی قافلہ گزرا ہو گا۔ اہل عرب پہلے سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے پاس کھجوریں تھیں جہاں کہیں اترے گھٹلیاں پھینکتے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ آج سندھ میں عربی نسل کی کھجوریں میلوں تک دکھائی دیتی ہیں۔

خبر دیتی ہے شوخی نقش پا کی

کوئی اس راہ سے ہو کر گیا ہے

درختوں کے یوں تو بہت سے فوائد ہیں لیکن خاص خاص فائدے یہ ہیں:

الف۔ درختوں کی جڑیں فالتو پانی کو جذب کر لیتی ہیں اس لئے زمین پر دلدل نہیں بنتی۔

ب۔ درخت اپنے تنفس سے فضا کو گرما دیتے ہیں ہوا قدرے لطیف ہو جاتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قریب زمین کے بادل وزنی ہو کر برسنے لگتے ہیں۔

ج۔ درختوں کے پت جھڑ سے زمین زرخیز ہو جاتی ہے۔

د۔ اگر پہاڑوں پر درخت نہ ہوتے تو ارد گرد کی زمینیں برساتی نالوں سے صحرا بن جاتیں اور اگر آج کسی ریگستان میں درخت لگا دیئے جائیں تو وہ زرخیز ہو جائیگا۔

ایک مسافر سخت گرمی میں ایک ایسے جھونپڑے میں جا پہنچا جس پر ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ صاحب خانہ نے مسافر کو دودھ حلوا اور پانی بہترین برتنوں میں پیش کیا مسافر نے پوچھا جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آئیں کیا یہ سب کچھ ناریل کی بدولت ہے۔ میں کچے ناریل سے پانی پختہ ناریل

ے دودھ پتوں سے حلوہ پھولوں سے شکر چھال سے برتن لکڑی سے ایندھن بُنے ہوئے پتوں سے چھت ریشوں سے رسیاں اور تیل سے روشنی حاصل کیا کرتا ہوں۔ جب یہ مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ کو جھاڑا جس سے غبار سا نکلا اس غبار سے سیاہی کا کام لے کر ایک پتے پر کسی دوست کی طرف چھٹی لکھ دی۔

ایک ہی درخت میں اتنے اوصاف پیدا کرنے والی ذات یکتا کو اللہ تعالےٰ کہا جاتا ہے۔

ثنا گو پتہ پتہ ہے خدایا دم بدم تیرا
زمین و آسمان تیرے ہے موجود عدم تیرا
جو تیرا کھا کر تیرے شکوے کریں یارب
تعجب ہے کہ اُن پر بھی رہے لطف و کرم تیرا

# دلیل نمبر ۱۴

## اونٹ اور جمال فطرت

خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے:

اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ۔

ترجمہ:

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اونٹ کس طرح بنایا گیا۔

یہ اتنا بڑا جانور ہے لیکن ایک چھوٹا سا بچہ اسکی نکیل پکڑ لے تو یہ بے چون وچرا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ بیٹھنے کو کہے تو بیٹھ جاتا ہے اٹھنے کا اشارہ کرے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے وسیع ریگستانوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ جہاں پانی کی قلت ہوتی ہے اس لئے اسکے خالق نے اسے ایسا پیدا کیا ہے کہ دوسرے جانوروں کی طرح اسے باربار پیاس نہیں لگتی یہ لگاتار دس دن تک پانی پیئے بغیر سفر کر سکتا ہے۔ وہ جڑی بوٹیاں جو دوسرے جانور نہیں کھاتے انہیں کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔ مزید برآں سارے جانوروں کی خوبیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ بعض جانور دودھ دیتے ہیں بعض بوجھ اٹھاتے ہیں کوئی سواری کے کام آتے ہیں کسی کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اونٹ ایسا جانور ہے جو دودھ بھی دیتا ہے بوجھ بھی اٹھاتا ہے۔ سواری کے کام بھی آتا ہے اور ذبح کر کے اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے۔ اسکی ایک خصوصیت اور بھی ہے کہ سواری کے دوسرے جانوروں پر جب کوئی سوار ہوتا ہے تو وہ بیٹھتے نہیں بلکہ کھڑے رہتے ہیں اور یہ سواری کے وقت بیٹھ جاتا ہے۔

اونٹ کے ان عجائبات پر غور و فکر کرو کہ

ا۔ اللہ تعالے نے اونٹ کو گول پاؤں دیے تاکہ ریگستانوں میں آسانی سے چل سکے۔

ب۔ لمبی گردن دی تاکہ زمین اور درخت ہر دو سے غذا آسانی حاصل

کر سکے۔

ج۔ اسے سخت منہ دیا کہ بیابان میں کیکر تک کھا سکے۔

د۔ بہت بھاری بوجھ اٹھانے کی طاقت دی اور کوہان کے پاس شتربان کے لئے علیحدہ جگہ بنادی تاکہ شتربان کو پیدل چلنا نہ پڑے۔

ن۔ اونٹ ایک مرتبہ راستہ دیکھ لے تو وہ اسے برسوں تک یاد رکھتا ہے خواہ اس کے تمام نشانات مٹ گئے ہوں۔

# دلیل نمبر ۱۵

## حیوانات نشان قدرت

ذات خداوندی کا ارشاد ہے :

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الاَرْضِ وَلاَ طَائِرٍ يَّطِيْرُبِجَنَاحَيْهِ اِلاَّ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔

ترجمہ :

یہ چوپائے اور اڑنے والے جانور تمہاری طرح امتیں ہیں۔

خالق حقیقی کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اس نے تمام جانوروں اور پرندوں کو مختلف امتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں ہر ایک کی پیدائش اور موت کے لئے الگ الگ قانون بنا دیئے ہیں۔ ان کے مزاج کے موافق انکی

غذا کا انتظام فرمادیا ہے۔ ان کی ضروریات کے مطابق انہیں مختلف قسم کے اعضاء مرحمت فرمائے جس خطہ زمین اور جس آب و ہوا میں انہیں زندگی بسر کرنا ہے ان کی کھال ان کے بال ان کے جسم کی ساخت میں انکی کمال رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پھر ہر ایک کے فرائض کے مطابق اسے شعور اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔

## دلیل نمبر ۱۶

### پرندوں کی پرواز

ارشاد ربانی ہے :

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ط مَایُمْسِکُھُنَّ اِلاَّ الرَّحْمٰنُ اِنَّہ، بِکُلِّ شَیْیءٍ بَصِیْرٌ۔

ترجمہ :

کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر نہیں دیکھا پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹ لیتے ہیں۔ نہیں روکے ہوئے انہیں بجز رحمان کے بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔

خدا تعالےٰ اپنی قدرت کی ایک ایسی نشانی کی طرف توجہ دلا رہا ہے جس کا مشاہدہ ہر انسان دن میں کئی بار کرتا ہے۔ پرندے ہوا میں اڑ رہے ہے

ہوتے ہیں۔ اثنائے پرواز کبھی اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں اور کبھی ان کو سکیڑ لیتے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ پرندوں کو اڑنے کے لئے موزوں پر کس نے عطا کئے ہیں۔ اس کو اڑنے کا ڈھنگ کس نے سکھایا ہے۔ ہوا میں اگر ایک چھٹانک کا پتھر پھینکا جائے تو چشم زدن میں نیچے گر پڑتا ہے۔ اس ہوا میں یہ صلاحیت کس نے پیدا کی ہے کہ کئی سیر وزنی پرندہ اس میں پہروں مصروف پرواز رہتا ہے اور گرتا نہیں اللہ تعالے کے سوا کون ہے جس نے یہ سارے انتظامات کر دئے ہیں۔ انسان کے لئے زمین کو مسخر کر دیا اور پرندوں کے لئے ہوا کو فرمانبر دار بنا دیا۔

چند عجیب و غریب پرندوں کے کارنامے ملاحظہ کریں۔

قَقْنُس ایک مشہور پرندہ ہے جسکی طرح طرح کی آوازوں سے علم موسیقی نکالا گیا ہے۔

اسکی چونچ میں چھوٹے چھوٹے تین سو ساٹھ سوراخ ہوتے ہیں۔ یہ اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے ہر سوراخ سے ایک علیحدہ راگ نکالتا ہے۔ اسکا جوڑا نہیں ہوتا۔ اسکی عمر ایک ہزار برس کی ہوتی ہے۔ اسکا پیدا ہونا عجیب طریقہ پر لکھا ہے۔ جب یہ ہزار سال کا ہو چکتا ہے تو خشک لکڑیاں جمع کر کے خود ان میں بیٹھ جاتا ہے اور اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے ایک سوراخ سے دیپک راگ نکالتا ہے اس راگ کی خاصیت آگ لگا دینا ہے۔ چنانچہ اس

سوراخ پر وہ زیادہ زور دیتا ہے حتیٰ کہ لکڑیوں کو آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرندہ اس میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے لیکن جب بارش ہوتی ہے تو اس راکھ سے ایک انڈا پیدا ہوتا ہے جس سے ویسا ہی جانور نکلتا ہے۔

شتر مرغ بیس سے تیس تک انڈے دیتا ہے۔ پھر ان کے تین حصے کر دیتا ہے۔ ایک حصہ زمین میں دفن کر دیتا ہے۔ دوسرا حصہ دھوپ میں دفن کر دیتا ہے اور تیسرے حصے کو سیتا ہے۔ جب بچے نکل آتے ہیں تو دھوپ والے انڈوں کو توڑ کر بچوں کو پلاتا ہے جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو مدفون انڈے نکالتا ہے اور ان میں سوراخ کر دیتا ہے اس مواد کو کھانے کے لئے چیونٹیاں اور دیگر حشرات الارض جمع ہو جاتے ہیں جنہیں پکڑ پکڑ کر بچوں کے آگے ڈالتا ہے جب بچوں کے معدے کافی قوی ہو جاتے ہیں تو وہ پتھر تک کھانے لگ جاتے ہیں۔

ایک آبی پرندہ شکار کو آتا دیکھ کر کالے رنگ کا ایک مواد خارج کرتا ہے جس سے پانی سیاہ ہو جاتا ہے اور خود اس میں غوطہ لگا کر چھپ جاتا ہے۔ جب شکار پاس آتا ہے تو باہر نکل کر دبوچ لیتا ہے۔

سمندر کے کنارے دو ایسے پرندے ملتے ہیں کہ ان میں ایک مچھلیاں کھاتا ہے لیکن تیر نہیں سکتا۔ دوسرا ہریاول وغیرہ پر گزارہ کرتا ہے لیکن تیر سکتا ہے یہ مچھلیاں پکڑ لاتا ہے اور اوّل الذکر کے منہ میں ڈال دیتا ہے اور وہ

کچھ ہریاول بطور معاوضہ منہ میں جمع رکھتا ہے جو مؤخر الذکر کو دے دیتا ہے۔

سب میں موجود اور سب سے جدا کون سمجھے یہ شان یکتائی
پارہ پارہ قبائے استدلال ریزہ ریزہ ہے شان گویائی

## دلیل نمبر ۱۷

### دن اور رات

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

قُلْ اَرَئَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ النَّھَارَ سَرْمَداً اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُاللّٰہِ یَأْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ وَمِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔

ترجمہ :

تم فرماؤ یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالےٰ ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن قائم رکھتا تو اللہ تعالےٰ کے سوا کون رات قائم کر سکتا تھا۔ جس میں تم آرام پاتے کیا تم غور نہیں کرتے کہ یہ محض اسکی رحمت ہے جس نے رات اور دن دونوں قائم کئے تاکہ رات میں تم آرام کرو اور دن میں معاش تلاش کرو۔

رات اور دن کا توارد اور اختلاف سورج کی حرکات سے وجود میں آتا ہے۔ سورج کی حرکت سے زمین کا جو حصہ اس کے بالمقابل ہو وہاں دن ہوتا

ہے اور جب سورج حرکت طے کرتا ہوا زمین کے اس حصے سے غروب ہو جاتا ہے تو اس حصے میں رات ہو جاتی ہے اور اس وقت سورج کرۂ ارض کے دوسرے حصے کے بالمقابل طلوع ہو کر وہاں دن کی رونقیں لے آتا ہے اور اسی طرح پیہم اور لگاتار کرۂ ارض کے ہر حصے میں سورج کے طلوع و غروب سے دن اور رات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سورج کو کون حرکت دے رہا ہے اور زحل مریخ مشتری میں سے دن اور رات کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے سورج کی تخصیص کس نے کی ہے کسی اور سیارے سے یہ کام کیوں نہیں لیا گیا۔ کیا سورج کی حرکت روشنی اور توانائی کا یہ سلسلہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے اگر ایسا ہے تو اس میں ضبط تسلسل اور دوام کیوں ہے۔ اگر سورج از خود یہ عمل کرتا ہے تو اس جیسے دوسرے سیارگان جو فی نفسہ جسم ہونے اور متحرک رہنے میں اس جیسے ہیں وہ یہ عمل کیوں نہیں کرتے پھر سورج میں روشنی توانائی اور ایک خاص محور پر متواتر گردش کا نظام کس نے بنایا ہے۔ پھر یہ کس کی حکمت ہے جس نے سورج کو زمین سے ایک خاص اور ضرورت کے مطابق مناسب فاصلہ پر رکھا ہوا ہے۔ یہ اعتراف کئے بغیر چارہ کار نہیں کہ سورج کی تخلیق اس ہستی اعلیٰ کا کارنامہ ہے جو ازلی، ابدی واجب قدیم اور حکیم ہے جس کے حکم سے صرف سورج اور تمام سیارگان ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے بنائے ہوئے نظام کے تحت اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔

سورج کی حرکات سے محض دن اور رات کا وجود ہی عمل میں نہیں آتا بلکہ دن اور رات کا اختلاف بھی وجود میں آتا ہے۔ گرمی سردی بہار خزاں یہ تمام موسم دن اور رات کے اختلاف سے رونما ہوتے ہیں اور انسانوں اور حیوانوں مختلف فصلوں پھلوں اور پھولوں کی پیداوار اور افزائش کے لئے موسم کا اختلاف بے حد ضروری ہے۔ اگر موسموں کا یہ حکیمانہ اختلاف نہ ہوتا تو نہ زمین پر فصل اگتی اور نہ باغوں میں پھول مہکتے۔ یہ موسمی اختلاف صرف نباتات کی بقا کے لئے ہی نہیں بلکہ انسان کی بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔

یہ کس قدر حکمت ہے کہ موسموں کا یہ اختلاف اچانک اور فوراً نہیں ہوتا بلکہ تدریجاً سردی کم ہوتی جاتی ہے اور گرمی بڑھتی جاتی ہے اگر دسمبر جنوری کی سردی کے بعد اچانک مئی جون کی گرمی آجاتی تو اس اچانک تبدیلی سے انسان کے اعصاب پر کس قدر گہرا اثر پڑتا اور مشکل سے ہی کوئی ذی نفس زندہ رہ سکتا وہ حکیم مطلق درجہ بدرجہ سردی اور گرمی کے موسم لاتا ہے تاکہ انسان ایک موسمی ماحول سے نکل کر دوسرے موسمی ماحول میں آنے کے لئے بالکل تیار ہو جائے۔

## دلیل نمبر ۱۸

### زمین اور اسکی کیفیات

خدا فرماتا ہے:

وَالاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلقَیْنَافِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ شَیْئٍ مَوْزُوْنٍ۔

ترجمہ :

اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو قائم کیا اور اس میں ہر ایک مناسب اور موزوں چیز پیدا کی۔

زمین اور اس کے وسیع دامن میں پھیلے ہوئے پہاڑ بلند اور مہیب چٹانیں کہسار آبشار ریگستان اور بے آب وگیا صحرا کی وسعتوں میں پر بہار نخلستان زمین میں کسی جگہ کی مٹی سیاہ ہے کہیں سرخ ہے کسی جگہ چکنی مٹی ہے زمین پر کلر ہے بعض جگھوں پر زمین پتھریلی ہے یہ سب آخر کس نے بنائے ہیں۔ پھر زمین کے سینے میں معدنیات کے ذخائر کس نے چھپا رکھے ہیں۔ قدرتی گیس اور تیل کے وسیع وعریض چشمے لوہا تانبا اور چاندی سے سونے تک قیمتی دھاتیں یہ کس کی قدرت سے وجود میں آئی ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک تغیر پذیر ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر راستے بنائے جا سکتے ہیں۔ چٹانوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔ دریاؤں کے رخ بدلے جا سکتے ہیں۔ آج کے ریگستان کل کے نخلستان بن سکتے ہیں۔ بنجر زمین زرخیز کھیتوں اور پُر بہار باغات میں بدلی جا سکتی ہے۔

پہاڑوں سے سنگ مرمر بر آمد ہوتا ہے۔ ان سنگ مرمر کے پتھروں کو دیکھ کر خدا تعالے کی قدرت کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ کوئی پتھر سرخ ہے کوئی سفید کوئی سبز کوئی نیلا کوئی انانی بلحہ بعض سنگ مرمر کے پتھروں پر نبی آخرالزمان کا نام نامی اسم گرامی قدرتی طور پر لکھا دیکھا گیا ہے۔ بعض مساجد اور مزارات پر ایک سنگ مرمر کی ٹائل پر تین تین چار چار رنگ دیکھے گئے ہیں۔ ایک ہی پہاڑ سے نکلنے والے سنگ مرمر میں کئی قسم کے رنگ ذات باری تعالےٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

زمین سے پیدا ہونے والے پھلدار درختوں پر ایک طاہرانہ نگاہ ڈالیں قدرت کے عجیب و غریب کرشمے نظر آئیں گے۔ ایک ہی زمین ہے درختوں کو سیراب کرنے والا پانی ایک ہی نہر کا ہے لیکن کسی درخت کے پھل کا رنگ سرخ جیسے انار کسی کا رنگ سبز ہے جیسے کیلا کسی کا رنگ سیاہ جیسے کھجور کسی کا رنگ زرد اندر سے سفید تربوز دیکھو باہر سے سبز اندر سے سرخ بیج کالے سرخ گودا کھاؤ تو اندر کا چھلکا سفید۔ یہی حال سبزیوں کا ہے۔ یہ زیر زمین مختلف رنگ اور ذائقہ پیدا کرنے والی کونسی ہستی ہے۔ یہ زیر زمین قدرتی کارخانہ محض اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہیں بلحہ ایک عظیم خلاق کی بہترین حکمتوں کا ثمرہ ہے۔

اب ذرا پودوں کی دنیا میں آجایئے۔ گلاب کا پھول سفید، سرخ اور زرد ہوتا ہے۔ چنبیلی کا پھول سفید۔ میں نے ۱۹۹۴ء میں امریکہ کا تبلیغی دورہ

کیا۔واشنگٹن ڈی سی کے قریب ایک چھوٹا سا ٹاؤن ہے جسکا نام ہے ''الیگزنڈریا'' وہاں میں ایک دوست کے گھر میں تقریباً ایک ماہ ٹھہرا انکے گھر کے دروازے کے باہر ایک پودا دیکھا جسکا پتہ باہر سے سفید پھر سرخ اور درمیان سے ہلکا زرد تھا اس کو دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ زیر زمیں خالق کائنات نے کیا کیا رنگ آمیزی کی ہے۔بعض پھولدار پودے ایسے ہیں کہ ان کے پھولوں کی خوشبورات کو ظاہر ہوتی ہے۔جیسے رات کی رانی سرسوں کا پھول زرد ہوتا ہے۔سرسوں کے کھیت کو دیکھو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے زرد چادر بچھادی ہے۔سورج مکھی کے پھولوں کو دیکھو انکارخ سورج کی شکل کا ہوتا ہے۔غرضیکہ زمین کے نیچے قدرت خداوندی نے عجیب وغریب رنگوں کی دنیا بسار کھی ہے۔ان کو دیکھ کر انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ۔

تدبیر سدا راس جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت سے سوا بھی ہے کوئی چیز

## دلیل نمبر ۱۹

## پانی کی فراہمی

فرمان الٰہی ہے :

اَفَرَأَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ أَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ اُجَاجاً فَلَوْلاَ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ :

جو تم پیتے ہو کیا بادلوں سے وہ پانی تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو اس قدر کڑوا کر دیں کہ تم پی بھی نہ سکو پھر تم کیوں اسکا شکرادا نہیں کرتے۔

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ پانی کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ سمندر کا پانی اتنا کڑوا ہوتا ہے کہ اس کے چند گھونٹ گلے سے نیچے نہیں اتارے جاسکتے پھر یہی پانی جب بخارات کی شکل میں طبقہ زمہریر تک پہنچ جاتا ہے تو ٹھنڈے میٹھے اور صاف شفاف پانی کی صورت میں بارش بن کر برسنے لگتا ہے وہ کون ہے جو اس کڑوے پانی میں شکر گھول دیتا ہے۔ علمائے آب نے اندازہ لگایا ہے کہ ہر سال سمندر سے چودہ فٹ پانی بادلوں کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دریاؤں سے جو اکثر و بیشتر پانی حاصل ہوتا ہے وہ بھی بادل اور بارش کا فیضان ہے۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر برف کون جماتا ہے کیا پہاڑوں کی چوٹیوں سے برف پگھل کر دریاؤں کی صورت اختیار کرنا اور بادلوں کے ذریعے پانی کی بہم رسانی کا نظام یونہی خود بخود وجود میں آگیا ہے جب کارپوریشن کا ایک نل بھی بغیر مستری اور مزدور کے لگ نہیں سکتا تو پانی کا اس قدر وسیع انتظام کسی منتظم کے بغیر کیسے ممکن ہے پھر یہ کیسی مضحکہ خیز بات

ہے کہ کارپوریشن جو ایک محلّہ کو ٹیکس لے کر پانی فراہم کرے اسکی نظامت کو تو ہم تسلیم کرلیں اور جو ساری دنیا کو بغیر ٹیکس لئے پانی مہیا کررہا ہے اس کے نظام اور قدرت کا انکار کردیں۔

پانی کے حصول کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ زمین کے نیچے گہرائی میں پانی رکھا گیا ہے جس کو ہم ہینڈ پمپ اور ٹیوب ویل سے نکال کر اپنے کام میں لاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پانی کو زمین کی تہہ میں کس نے رکھا ہے اور اتنے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جاکر رکھ بھی کون سکتا ہے یہ بات تو وہی شخص کہہ سکتا ہے جو عقل و فہم سے بالکل عاری ہو کہ وہ پانی خود بخود وہاں موجود تھا اس دنیا کے ہزاروں تجربات اور مشاہدات ہمیں بتاتے ہیں کہ یہاں خود بخود کچھ نہیں ہوتا ایک کنستر میں بھی پانی خود بخود جمع نہیں ہوتا۔ زمین کی اتھاہ گہرائی میں ہزاروں مکعب فٹ پانی کس طرح جمع ہو سکتا ہے۔ خدا کی قدرت تو دیکھو جہاں زمین کی گہرائی سے پانی نکالنے کی ضرورت تھی وہاں اسے زمین کے اندر گہرائی میں رکھا جہاں سخت پہاڑی اور پتھریلی زمینیں ہیں اور زمین کو کھودنا مشکل ہے اس نے وہاں پانی کے چشمے جاری کردیئے کہیں برفانی چوٹیوں اور بادلوں کی لگاتار برسات سے دریاؤں کو رواں دواں کردیا کہیں کنوؤں اور ندیوں کا انتظام کردیا۔ غرض جس جگہ پانی کی بہم رسانی کی ضرورت جس طرح پوری ہو سکتی تھی اس طریقہ سے وہاں پانی کو پہنچایا پانی کی

یہ حکیمانہ ترسیل کسی جلیل القدر حکیم زبردست قادر عظیم خالق اور مالک کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

تعجب کی بات ہے اگر کوئی شخص اپنے مٹکے میں سات دفعہ چھان کر پانی بھرے خواہ مٹکا سونے کا ہو یا چاندی کا شیشے کا ہو یا مٹی کا چوتھے یا پانچویں روز پانی خراب میلا اور گدلا ہو جائیگا۔ پانی میں بو آنے لگے گی کیڑے پڑ جائیں گے مگر یہی پانی برسوں تک کنویں کی تہہ اور کالے کیچڑ میں کیسا موتی سا صاف شفاف اور ستھرا رہتا ہے نہ بدبو پیدا ہوتی ہے نہ کیڑے پڑتے ہیں بلکہ پانی ایسا صاف رہتا ہے کہ اس کو استعمال کرتے وقت طبعیت میں گھن نہیں آتی سڑی اور کالی مٹی میں پانی کو صاف شفاف رکھنا یہ خالق کائنات کی قدرت ہے۔

# دلیل نمبر ۲۰

## جلد کی رنگت

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ط اِنَّ فِی ذَالِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ۔

ترجمہ :

زمین و آسمان کی تخلیق زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں اللہ کی نشانیاں ہیں بے شک اس میں علمائے فطرت کے لئے چند اسباق ہیں۔

گرم ممالک میں رنگ کی سیاہی ایک رحمت ہے۔ جس طرح سبز عینک آنکھوں کو تیز روشنی سے محفوظ رکھتی ہے اسی طرح کالی چمڑی جسم کے خلیوں کو جلنے سے بچاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ سورج کی گرم اور تیز شعاعوں کو جلد جذب کر کے جلد ہی باہر نکال دیتی ہے اور اس طرح جسم کو نقصان نہیں پہنچتا قدرت دھوپ میں کام کرنے والے کسانوں اور مزدوروں کا رنگ حسب ضرورت سیاہ کر دیتی ہے تاکہ انہیں نقصان نہ پہنچے یوں سمجھئے کہ کالا رنگ ایک زرہ ہے جو جسم کو آفتاب کے آتشیں تیروں سے بچاتا ہے۔ علمائے فطرت کا خیال ہے کہ تمام کالے جانور مثلاً کوا، کوئل اور کالی بکری خط استواء کے ارد گرد پیدا ہوئے تھے اور انکی یہ رنگت تیز دھوپ سے بچنے کی خاطر تھی۔ یہیں سے ان کی نسلیں دیگر خطوں میں پہنچیں اور وہاں بھی انکا رنگ کالا ہی رہا اس لئے کہ ایک حبشی کی نسل یورپ میں بھی سیاہ ہی رہتی ہے۔

گیدڑ لومڑی ہرن خرگوش چکور تیتر اور بیٹر ہمرنگ زمین ہوتے ہیں اور انکی خاکستری رنگت ان کو دشمن سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر ایک خرگوش سبز زرد یا سرخ ہوتا تو شکاری جانوروں کو بہت دور سے نظر آجاتا اور بہت جلد لقمہ اجل بن جاتا جو خرگوش ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اور انکی نگرانی انسان کے سپرد ہوتی ہے وہ سفید ہوتے ہیں۔ بعض شکاری جانور مثلاً باز بھیڑیا وغیرہ بھی خاکی رنگ کے ہیں تاکہ شکار انہیں دور ہی سے دیکھ کر بھاگ نہ جائے اور

وہ بھوکے نہ مر جائیں۔

افریقہ کے جنگلوں میں شیر بہت ہوتے ہیں اور زیبرے بھی کافی ہوتے ہیں۔ ان غیر مفید جانوروں کو شیر دور ہی سے دیکھ لیتا ہے اور فوراً پیچھا شروع کر دیتا ہے۔ جنگلی گدھوں یعنی زیبروں کی یہ رنگت بہت سے مفید جانوروں کو شیر کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔

گائے بیل گھوڑے کتے اور بلی کے رنگ میں اس لئے تنوع ہوتا ہے کہ یہ جانور انسانی پناہ میں رہتے ہیں اور انہیں ہمرنگ زمین بننے کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان انکی حفاظت کرتا ہے اور یہ اپنے مختلف رنگوں کے باعث انسان کے تنوع پسند ذوق کے لئے سامان فرحت بہم پہنچاتے ہیں۔

## دلیل نمبر ۲۱

### بحری جہاز

فرمان الٰہی ہے:

وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ۔

ترجمہ:

اور کشتی جو سمندر میں تیرتی ہے وہ چیزیں لے کر جو انسان کو نفع دیتی ہیں۔

چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے لے کر دیو پیکر جہازوں تک جو دریاؤں اور سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ انسانی عقل اور اس کے ہاتھوں کی تراش و خراش کا نتیجہ ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان کی تیاری کے لئے لکڑی لوہا اور دوسرے مٹریل کو کس نے پیدا کیا بادبانی کشتیوں کو متحرک رکھنے کے لئے ہوائیں کس نے چلائیں اور دخانی جہازوں کی حرکت کے لئے ایندھن کس نے پیدا کیا لکڑی کی طبعیت میں یہ خاصہ کس نے رکھا کہ وہ ہزاروں ٹن بوجھ اٹھانے کے باوجود بھی سطح سمندر پر تیرتی رہتی ہے۔ لوہا اور لکڑی دونوں جسمیت میں متماثل ہیں۔ پھر ان میں یہ فرق کس نے رکھا ہے کہ لوہا ایک تولہ ہو تو پانی میں ڈوب جاتا ہے اور لکڑی ہزاروں ٹن کی بھی ہو تو سطح آب پر تیرتی رہتی ہے۔ پھر انسانوں کے دلوں میں یہ سکون اور طمانیت کس نے رکھی ہے کہ وہ بحری سفر کے لئے بے خوف و خطر تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر علاقہ کو کسی خاص جنس کے ساتھ کس نے خاص کیا جسکی وجہ سے بحری سفر کی ضرورتیں پیش آتی ہیں اور جب غیظ و غضب سے بھرپور طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو ان جہازوں کو سلامتی کے ساتھ کون پار لے جاتا ہے اور جب خطرات میں گھر جاتے ہیں تو مسافروں کی نظریں کس کی طرف اٹھتی ہیں دعاؤں کے لئے ہاتھ کس کی بارگاہ میں اٹھتے ہیں۔ ہم دن رات ایسے واقعات دیکھتے ہیں لیکن ان واقعات اور حوادث کے

پیچھے اللہ تعالےٰ کی عظیم قدرت جو ہاتھ کارفرما ہے اسکی طرف ہمارا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ نقوش اور فطرت کے عجیب وغریب کرشمے شب وروز ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن فاطر اور نقاش کی طرف ہماری نظریں نہیں اٹھتیں۔ صفت وخلقت کے بہترین نمونے ہر وقت ہمارے پیش نظر رہتے ہیں لیکن صانع اور خالق کی طرف ہم ملتفت نہیں ہوتے حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ایسا خالق کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالےٰ ہے۔

# دلیل نمبر ۲۲

## نظام کائنات

وَكَاَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۔

ترجمہ :

زمین وآسمانوں میں نشانیوں کی ایک دنیا موجود ہے لیکن وہ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

زمین وآسمان کی پہنائیوں میں اللہ تعالےٰ نے اپنی نشانیوں کا ایک غیر متناہی سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔ مکھی سے لیکر ایک ہاتھی تک دیکھئے اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ہر ایک جسم کی ساخت اس کے حسب حال بنائی ہے۔ ہاتھی

کے عظیم جثہ میں اسکی ضرورت کے جو اعضاء پیدا کیۓ ہیں وہ تمام اجزاء مکھی کی معمولی جسامت میں بھی موجود ہیں۔ حشرات الارض سے لے کر درندوں تک چرندوں سے لے کر پرندوں تک جانوروں کی ہر نوع کو دیکھئے ہر جانور میں اسکی بے عیب خلقت اور عظیم حکمت کے آثار نظر آئیں گے۔ پھر اس نے ہر جانور کی ایک غذا مقرر کی ہے اور اس کی اپنی غذا کے حصول کے راستے اور اپنے سے بڑے جانور سے تحفظ کے طریقے سکھائے۔ شمال مغربی سرد اور برفانی علاقوں کے جانوروں کو دیکھئے ان کے جسم پر لمبے لمبے اور گھنے اونی بال نظر آئیں گے۔ بالوں کی یہ افزائش ان کا علاقائی سردی سے تحفظ کرتی ہے اور مشرقی اور گرم علاقوں میں ان جانوروں پر یہ بال نہیں ہوتے کیونکہ اگر اس قدر گرم علاقوں میں ان پر یہ بال ہوں تو وہ گرمی سے جھلس کر رہ جائیں۔ اسی طرح ہر علاقہ کے رہنے والے انسانوں کے مزاج کو وہاں کے حسبِ حال بنایا ہے۔ افریقہ اور اس جیسے گرم علاقوں میں رہنے والوں کا مزاج اس قسم کا بنایا ہے کہ وہاں کی شدید گرمی کو برداشت کر سکیں اور شمال مغربی علاقوں میں جہاں بے انتہا سردی پڑتی ہے وہاں کے رہنے والوں کے مزاج میں اس سخت سردی کو سہارنے کا عنصر رکھا ہے۔ یہ حکیمانہ تدبیر اور یہ مخلوق کی حسب حال رعایت اور یہ حسین عالمی انتظام دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔

تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ

# دلیل نمبر ۲۳

## حشرات الارض

خداتعالےٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"۔

ترجمہ:

اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض پیٹ کے بل اور بعض دو اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک زہریلا سانپ جس کو کاٹے وہی مر جائے مگر ایک سانپ کا دوسرے سانپ کو کاٹنا کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا محققانہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ہر ایک سانپ کے منہ میں دو عظیم خزانے ہیں ایک قاتل اور دوسرا تریاق یہ دونوں باہم ضد ہیں لیکن بہت ہی پاس پاس یہ دو دشمن آباد ہیں جنکی پیدائش کی ایک ہی جگہ ہے۔ ایک منہ ایک غذا سے پیدا ہوئے ہیں ان کے بیچ میں ایک باریک سا پردہ ہے جو ہر ایک خزانے کو الگ الگ رکھتا

ہے۔ماہرین نے سانپ کے ان دونوں خزانوں کے بارے میں تجربہ کیا ہے اور وہ اس طرح کہ اوّل باریک آلات کے ذریعے سے وہ دونوں خزانے توڑ کر الگ الگ نکالے گئے پھر باریک سی پچکاری کے ذریعے زہر کا خزانہ جو نہایت قلیل سی زہریلی رطوبت تھی ایک کتے کے بدن میں پہنچائی تب فوراً ہی وہ کتا مر گیا پھر تریاق کی پچکاری دوسرے کتے کو لگائی گئی اس کے بعد زہریلی پچکاری لگا کر دیکھا تو اب کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔ اس تجربے سے پتہ چل گیا کہ زہر اور تریاق کے دو متضاد خزانے بہت ہی پاس پاس مل گئے۔ زہر کی حالت یہ ہے کہ کل کائنات زہر کی ایک قطرہ کا ساٹھواں حصہ رطوبت ہے مگر تاثیر میں دو تین قطرہ سنکھیا سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اسی طرح تریاق کی حالت بھی ایسی ہی ہے جسکی مقدار قطرہ کا ساٹھواں حصہ بھی نہیں ہے مگر تاثیر میں نہایت تیز ہے۔ اگر زہر کے مقابل تریاق نہ ہوتا تو سانپ کی نسل دنیا میں نہ رہ سکتی۔ ایک سانپ دوسرے کو کاٹ کر فوراً تباہ کر دیتا۔ سانپ کے منہ میں زہر بہت سے فائدوں کے لئے امانت رکھا گیا ہے۔ اگر کالے سانپ کا زہر ایک بوند پانی میں حل کیا جائے پھر اس بوند سے ایک قطرہ دس بوند میں ملا کر حل کیا جائے پھر اس دس بوند سے ایک قطرہ اس آفت رسیدہ کو پلایا جائے جو کہیں برف میں دب گیا ہو اور پھر بہت دیر کے بعد نکالا گیا ہو۔ برف کی ٹھنڈک سے جسکا خون جم گیا ہو سانس آنا بند ہو چکا ہو کوئی دم کا مہمان ہو۔ علاج بالضد ہوتا ہے

اگر برف والے مریض کو کوئی ایسی قوی دوا دی جائے کہ جس کے سبب حرارت فوراً بدن میں پھیل جائے تو ایسا مریض فوراً اچھا ہو سکتا ہے۔ ایسی کوئی دوا موجود نہ تھی بجز اس زہر کے جو مدبّر کیا گیا پس اس کا قطرہ پلاتے ہی فوراً سارے بدن میں گرمی ہی کے ساتھ روح پھیل جائیگی اور دوبارہ زندگی میسر ہو گی۔ یہ ہے قدرت خداوندی کا عظیم کرشمہ۔

شیر جسمانی طاقت کی وجہ سے شاہ حیوانات کہلاتا ہے لیکن عقل و دانش کی بنا پر بادشاہ کا انتخاب ہوتا تو یقیناً چیونٹی بادشاہ ہوتی۔ چیونٹیاں بڑی عقلمند ہوتی ہیں۔ جماعتیں بناتی ہیں۔ ذخیرے جمع کرتی ہیں۔ معماری نجاری گاؤپروری سپاہ گری کاشت کاری اور غلام گیری کے فرائض نہایت عقلمندی سے سرانجام دیتی ہیں۔

ہر بل میں چار قسم کی چیونٹیاں ہوتی ہیں۔ ملک، ملکہ، مزدور اور سپاہی، مزدور تعداد میں زیادہ، سپاہی جسمانیت میں بڑے ہوتے ہیں۔ ملک اور ملکہ ہر دو کے پر ہوتے ہیں اور ملکہ بادشاہ سے زیادہ موٹی ہوتی ہے۔ حواس خمسہ کے علاوہ ہر چیونٹی کے چار جبڑے، انتڑیاں، دم میں ایک چھوٹا سا ڈنگ پاس ہی زہر کی ایک تھیلی اور پہلوؤں میں سانس لینے کے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ہوا ان سوراخوں میں داخل ہو کر بے شمار نالیوں میں چلی جاتی ہے۔ ان نالیوں کا جال چیونٹی کے جسم میں اس طرح بچھا ہوا ہوتا ہے جس طرح ایک

پیچھے میں رہ گئیں۔

چیونٹی کا گھر پندرہ سے بیس فٹ گہرا ہوتا ہے۔ اندر فن تعمیر کا حیرت ناک کمال دکھائی دیتا ہے۔ سب سے نیچے کچھ کمرے اوپر بالا خانے، گیلریاں اور ملاقات اور مشورے کے ہال، مٹی کے ستونوں پر بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی کی اس صناعی سے متاثر ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک شخص سے کہا تھا:

چیونٹی کے پاس جا اس کے اعمال کا مطالعہ کر اور دانا بن جا۔

محنت، صبر اور استقلال سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ ہر سہ صفات چیونٹی میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ملکہ بل میں اِدھر اُدھر انڈے ڈال دیتی ہے۔ مزدوروں کی جماعت ان انڈوں کو اکٹھا کر کے ایک محفوظ کونے میں رکھ دیتی ہے۔ ان کی تربیت پر دائیاں مقرر ہوتی ہیں اور جب بچے نکل آتے ہیں تو آغاز میں انہیں ہضم شدہ غذا کھلاتی ہیں۔ ان بچوں کو بلحاظ عمر ایک قطار میں رکھتی ہیں۔ انہیں تھپکاتی ہیں چاٹتی اور نہلاتی ہیں اگر کوئی دشمن بل پر حملہ کر دے تو انہیں اکٹھا کر کے محفوظ مقام پر لے جاتی ہیں اور اگر بارش میں بھیگ جائیں تو دھوپ میں نکال کر انہیں خشک کرتی ہیں۔

چیونٹیاں بل کے قریب بعض غلے بو دیتی ہیں جب فصل پک جاتی

ہے تو اٹھا کر بلوں میں لے جاتی ہیں۔

اگر مختلف بلوں کی چیونٹیاں کہیں سیلاب میں پھنس جائیں تو ہر بل کی چیونٹیاں اپنے ساتھیوں کو سونگھ کر پہچان لیتی ہیں اور اٹھا کر گھر کو چل دیتی ہیں۔

چیونٹیاں بعض درختوں کے پتے توڑ لاتی ہیں اور پھر انہیں بھگو کر بطور فرش گھر میں بچھاتی ہیں۔ اگر کوئی چیونٹی زخمی ہو جائے تو فوراً دوسری چیونٹی کسی کیمیاوی عمل سے اپنے تھوک کو دھاگے کی شکل میں بدل لیتی ہے اور س سے زخم کو سی دیتی ہے۔

اگر کوئی چیونٹی مر جائے تو اسکا باقاعدہ جنازہ اٹھتا ہے اور پھر رسوم کے ساتھ دفن کی جاتی ہے۔ چیونٹی کے یہ سارے کارنامے دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے:

سبحان تیری قدرت

## دلیل نمبر ۲۴

## عجائبات فطرت

فطرت کا ہر منظر نہایت حسین رنگین اور نظر نواز ہے۔ مثال کے طور پر

۱۔ چڑیاں کسان کی معاون ہیں اور ان حشرات کو ختم کرتی ہیں جو فصلوں

کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ب۔ ہر پرندے کو اسکی ضرورت کے مطابق سازوسامان ملا ہے دانہ دنکا چگنے والوں کو سادہ سی چھوٹی چونچ ملی، ہدہد کو جو تنوں میں سوراخ کر کے گھر بناتا ہے اور درختوں کی چھال مین کیڑے تلاش کرتا ہے لمبی اور نکیلی چونچ عطا ہوئی، طوطے کا کام کچے پھلوں کو کاٹنا ہے اسے وہ موٹی اور تیز اور سخت چونچ سے نوازا گیا، مرغابی اور بطخ کا کام پانی میں غذا کی کافی مقدار سمیٹنا ہے اس لئے اسے کڑچھا نما چونچ ملی، چیونٹیاں کھانے والا جانور چیونٹیوں کے بل میں اپنی لمبی زبان ڈال کر کچھ دیر انتظار کرتا ہے جب اسکی زبان کے ساتھ بہت سی چیونٹیاں چمٹ جاتی ہیں تو وہ زبان کھینچ کر سب کو ہڑپ کر جاتا ہے۔

پنجے بھی حسب ضرورت عطا ہوئے ہیں۔ شکاری پرندوں کو سخت نکیلے اور بڑے پنجے ملے باقی پرندوں کو چھوٹے اور مضبوط پنجے دیئے گئے تاکہ وہ شاخوں کو پکڑ سکیں۔ مرغابی درخت پر نہیں بیٹھتی اس لئے اسے جھلی والے چوڑے پنجے عطا ہوئے۔

ج۔ پرندوں کی کئی اقسام ہیں اور رنگ بھی مختلف۔ ان کو یہ مختلف اور خوبصورت رنگ دو مقاصد کے لئے دیئے ہیں۔ اوّل کائنات کو حسین تر بنانے کے لئے دوم خود پرندوں کی حفاظت کے لئے تیتر بٹیر اور چکور وغیرہ کو ہمرنگ زمین بنایا گیا ہے تاکہ وہ دور سے نظر نہ آئیں۔ باغوں اور بیلوں میں رہنے

والے پرندوں کو پتوں پھولوں اور شگوفوں کا رنگ عطا ہوا۔ جنگلی کبوتر کو نیلا رنگ ملا تاکہ وہ نیلی فضا میں نظر نہ آئے۔ چونکہ خانگی کبوتر کی حفاظت خود انسان کے سپرد تھی اسلیئے انہیں مختلف رنگ عطا ہوئے تاکہ یہ انسان کے لئے سامان تفریح بن سکیں۔

د۔ ہر جاندار کو کوئی نہ کوئی آواز عطا ہوئی۔ حیوانات کو کرخت مثلاً بیل بھینسے بکرے اور گدھے کی آواز، پرندوں کو سریلی مست اور وجد آور مثلاً کوئل اور مور چکور تیتر، فطرت کے ان گلوکاروں کا کمال دیکھئے کہ وہ ایک ہی آواز ایک ہی زیروبم سے باربار دوہراتے ہیں لیکن سننے والا اکتاتا نہیں۔

ن۔ بعض پرندے تنکوں سے گھونسلے بناتے ہیں۔ بعض پروں سے۔ چیل اور عقاب شاخوں سے۔ بعض پرندے گھونسلے کا اندرونی حصہ کیچڑ سے لیپ دیتے ہیں۔ غوطہ خور پرندوں کے گھونسلے عموماً پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ چڑیاں پکڑنے والا جانور باز کسی پرندے کے متروک گھونسلے پر قابض ہو جاتا ہے۔

و۔ جو پرندہ جس ماحول میں رہتا ہے اسی سے ملتے جلتے رنگ کے انڈے دیتا ہے تاکہ وہ دور سے نظر نہ آئیں۔ حفاظت نسل کا جذبہ ہر جاندار میں پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن پرندوں کے انڈے بڑی مقدار میں کھائے جاتے ہیں مثلاً ولایتی مرغی تو وہ بے شمار انڈے دیتے ہیں کہ شاید کوئی بچ رہے

اور انکی نسل چلتی رہے۔ انڈے کے اندر بچے کی چونچ پر ایک چھوٹا سا سینگ ہوتا ہے جس سے وہ انڈے کو توڑ کر باہر آتا ہے۔ چونکہ باہر آنے کے بعد اسکی ضرورت نہیں رہتی اس لئے باہر آنے کے بعد وہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔

انڈوں کو عموماً مادہ سینتی ہیں۔ لیکن آسٹریلیا میں ایک پرندہ ہے جس کو ایمو کہتے ہیں اس کے انڈوں پر صرف نر بیٹھتا ہے۔ مادہ قریب نہیں جاتی ایک جنگلی مرغی جسکو "مور ہن" کہتے ہیں اس کے انڈوں پر اس کے جوان بچے بیٹھتے ہیں۔

امپر پینگوئن ایک پرندہ ہے جو منجمد سمندر پر انڈے دینے کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔ جب بچے نکلتے ہیں تو ایک ایک من بھاری پرندے نہ جانے کہاں سے آجاتے ہیں ان بچوں پر جھپٹتے ہیں اور ان کو اٹھا کر پالنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ انگلستان میں ایک پرندہ ہے جسکا نام "ککو" ہے اسکی شرارت دیکھئے یہ مختلف گھونسلوں پر گھومتا ہے۔ جہاں بھی اسے اپنے انڈوں سے ملتے جلتے انڈے نظر آتے ہیں وہاں ہر روز ایک انڈہ دے کر اس گھونسلے کا ایک انڈا باہر لے جاتا ہے۔ اسی گھونسلے کے انڈوں کی تعداد پوری کرنے کے بعد دو چار اور گھونسلے اسکی اس شرارت کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ کُل ۲۵، ۲۶ انڈے دیتا ہے۔

مرغابی کی ایک قسم شل ڈریک کے بچے جب تیرنے کے قابل

ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کر پانی کے ذخیروں کی طرف اڑ جاتی ہیں اور دوران پرواز بچے اس کے بالوں کو چونچ سے پکڑے رکھتے ہیں۔

مادہ مگرمچھ ریت میں ایک خندق کھود کر بیچ میں انڈے دیتی ہے اور اوپر ریت ڈال دیتی ہے۔ جب تین ماہ کے بعد ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو انڈوں کے اندر بچوں کو ہچکی لگ جاتی ہے۔ زمین کی لرزشیں اس آواز کو انکی ماں تک پہنچاتی ہیں اور ماں ریت کو ہٹا دیتی ہے تاکہ پیدائش میں رکاوٹ نہ بنے۔

س۔ ایک پودا ہے جسکا نام سن ڈیو ہے۔ اس کے پھول میں میٹھا رس ہوتا ہے۔ جب کوئی مکھی اس میں داخل ہوتی ہے تو وہ وہیں پھنس کر رہ جاتی ہے اور پودا اسے کھا جاتا ہے۔

# دلیل نمبر ۲۵

## مظاہر کائنات کی تسخیر

خدا کی ہستی کی ایک بہت بڑی دلیل وہ عجز و مقہوریت اور انقیاد واطاعت بھی ہے جسکے آثار ہم اس کائنات کی تمام بڑی اور شاندار مخلوقات میں پاتے ہیں۔ یہ اس بات کا نہایت قوی ثبوت ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کی طرف الوہیت کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ الوہیت کی صفت کے ساتھ کوئی ایسی ہی ذات متصف ہے جو ان سب سے اعلیٰ اور ان سب سے برتر ہے۔

سورج چاند ستارے اپنے حسن و عظمت کے باوجود اور زمین دریا پہاڑ ہوا ابر

برق ورعد اپنی وسعت قوت وجلالت کے ساتھ ایک محکم نظام حکمت کے ماتحت مقہور ومسخر ہیں۔ انکی سب کی فرمانروا کوئی اور ہستی ہے وہ کون ہے جو ان سب کا خالق ومالک ہے۔ قرآن نے مشرکین عرب کی زبان سے اسکا جواب یہ دیا کہ

لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ۔

ترجمہ:

اگر تم ان سے پوچھو گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ جواب دینگے ان کو عزیز وعلیم نے پیدا کیا۔

جو شخص بھی اس کائنات کے مظاہر پر غور کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان میں سے کسی کی طرف اس کائنات کی تخلیق کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ اس کائنات کا خالق کوئی ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جو عزت وکبریائی اور علم وحکمت کی تمام صفات کے ساتھ متصف ہو۔

مظاہر کائنات میں سے جو جتنے ہی زیادہ شاندار ہیں انکی پیشانی پر اطاعت کا داغ اسی قدر زیادہ ابھرا ہوا ہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کا خالق ومالک وہ ہے جسکی اطاعت میں یہ رات دن مصروف عمل ہیں۔

# دلیل نمبر ۲۶

## کائنات کی محکم تدبیر

خدا کے وجود کی ایک بہت بڑی شہادت وہ محکم اور ہمہ گیر تدبیر ونظام ہے جسکا اس کائنات کے ہر گوشہ میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا مختلف قوتوں کی ایک رزمگاہ ہے۔ دوسری طرف یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان قوائے مختلفہ کے اس تصادم کے اندر نہ صرف یہ کہ تمام چھوٹی بڑی مخلوقات قائم وباقی ہیں بلکہ اپنی صلاحیت واستعداد کے اعتبار سے پھل پھول رہی ہیں۔ ایک طرف یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کی ہر قوت شتر بے مہار کی طرح اپنے رخ پر بڑھتی چلی جارہی ہے نہ وہ کسی نظام قاہر کی پابند معلوم ہوتی ہے نہ کسی برتر قوت کی محکوم و مطیع لیکن پھر دفعتہً ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مخفی ہاتھ اسکی باگ موڑ کر اس کو ایک سمت سے دوسری سمت پر لگادیتا ہے۔ کتنی بار ہم دیکھ چکے ہیں کہ بعض بڑے بڑے اجرام سماویہ کسی خاص رخ پر مڑ چلے اور اگر وہ اسی رخ پر بڑھتے چلے جاتے تو لازم تھا کہ ہمارے کرۂ زمین سے ٹکرا جاتے اور یہ کرۂ زمین پاش پاش ہو کے رہ جاتا۔

مقام غور ہے کہ وہ کونسی ہستی ہے جو ان عناصر قوی اور اجرام واجسام کی باگیں تھامے ہوئے ہے۔ جس حد تک چاہتا ہے ان کو ڈھکیلتا ہے اور پھر

جہاں چاہتا ہے روک دیتا ہے اور اس کے بعد وہ ایک انچ بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کیا یہ اندھی بہری قوتوں کی اپنی صوابدید سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیا عقل بشری اور قلب انسانی کو ان جوابات سے تشفی وطمانیت مل سکتی ہے۔ قرآن اس کا جواب یہ دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلاَ۔

ترجمہ :

اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں۔

یہ وہ تدبیر ونظام ہے جو اس مادی دنیا کے قویٰ اور عناصر کے درمیان ہم دیکھتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر اگر ہم اس کائنات کے اخلاقی قویٰ کے تصادم اور اس کے احوال ونتائج پر غور کریں تو وہاں بھی ہمیں یہی قانون کارفرما نظر آتا ہے۔ ایک باطل نظریہ جنم لیتا ہے۔ اس نظریے کے علمبردار پیدا ہوتے ہیں اس پر ایک باطل نظام اخلاق ایک باطل نظام معیشت اور ایک باطل نظام سیاست پروان چڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے غلبہ کے نیچے دب کر صالح اخلاق کے تمام عناصر دم توڑ دیں گے۔ تاہم اس نظام باطل کو مہلت ملتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام خشکی وتری میں

فساد کی سیاہی چھا جاتی ہے اور اس عالم کے مصلحین اس دنیا کی از سر نو اصلاح سے مایوس ہونے لگتے ہیں پھر دفعتہً ایک وقت آتا ہے کہ کوئی مخفی ہاتھ نمودار ہو کر اس پورے نظام باطل کو اس طرح جھنجھوڑتا ہے کہ اسکی ایک ایک اینٹ بکھر جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَه' مَتٰى نَصْرُاللّٰهِ اَلاَ اِنَّ نَصْرُاللّٰهِ قَرِيْب"۔

ترجمہ:

اور ہلادئے جاتے ہیں یہاں تک کہ پکار اٹھتے ہیں انبیاء اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبر دار اللہ کی مدد قریب ہے۔

ان مشاہدات کے بعد کون ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور کر سکے کہ دنیا آپ سے آپ وجود میں آئی اور خود بخود قائم ہے یا یہ گمان کر سکے کہ یہ مختلف قویٰ اور عناصر کی ایک رزمگاہ ہے اور یہ قویٰ اور عناصر کسی بالاتر طاقت کے زیر نگیں نہیں ہیں یا یہ خیال کر سکے کہ اس بالاتر قوت کی حاکمیت منقسم ہے یا یہ سوچ سکے کہ اس دنیا کو اس کے پیدا کرنے والے نے پیدا کر کے اندھے بھینسے کی طرح چھوڑ دیا ہے۔ اس کے اوپر کوئی بالاتر قوت اور اخلاقی

اصول کارفرما نہیں ہے۔

## دلیل نمبر ۷۲

## کائنات کا حسن و جمال

کائنات کا حسن و جمال انسان کو اپنی طرف متوجہ کر کے دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز سادہ و بے رنگ نہیں ہے۔ آسمان سے لے کر زمین تک کوئی چپہ ایسا نہیں جہاں سے انسان غافل اور بے پرواہ ہو کر گزر جائے۔ ہر جگہ اس کے دل کو کھینچنے اس کی آنکھوں کو بیدار کرنے اور اس کے کانوں کو کھولنے کے لئے دلفریب مناظر بے حجاب جلوے اور شیریں نغمے موجود ہیں اور ساتھ ہی انسان کے اندر حسن کا نہایت گہرا احساس ودیعت کیا گیا اس وجہ سے جب وہ اپنے ارد گرد حسن و جمال کے یہ گوناں گوں جلوے دیکھتا ہے۔ دفعتہً اس کے اندر ان کے صانع کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ تصور کرنے سے بالکل قاصر ہے کہ اتنی دلفریبیوں سے یہ معمور دنیا خود بخود وجود میں آگئی اور اگر اس پر حیوانی بلادت کا غلبہ نہیں ہوتا تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

تبارك الله احسن الخالقين

ترجمہ:

بڑا ہی خیر و برکت والا ہے اللہ جو بہتری پیدا کرنے والا ہے۔

یعنی صرف اس بات کا خیال اور احساس نہیں ہوتا ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہترین خالق ہے۔ یکسر خیر و برکت ہے اس نے جو چیز بھی بنائی ہے وہ کمال قدرت کمال صنعت اور کمال خیر و برکت کا نمونہ ہے۔

ظاہر ہے کہ دنیا اپنے بقا کے لئے ان تمام رنگارنگ حسن آرائیوں کی محتاج نہ تھی۔ ممکن تھا کہ یہ زمین ہوتی لیکن اس میں یہ باغ و چمن یہ نشیب و فراز یہ وادی یہ کہسار نہ ہوتے ممکن تھا کہ یہ آسمان ہوتا مگر یہ ستاروں کی بزم آرائیاں شفق کی جلوہ کاریاں اور قوس و قزح کی رنگار نگیاں نہ ہوتیں ممکن تھا کہ یہ فضا ہوتی لیکن اس میں نسیم کے جھونکے اور چڑیوں کے چہچہے نہ ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ان تمام جلووں سے معمور ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ انسان کے حسن باطن کو بیدار کر دے اور اس میں یہ بصیرت پیدا ہو کہ ایسی حسین و جمیل دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں نہیں آسکتی اور وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ کمال قدرت کمال صنعت اور حکمت اور کمال خیر و برکت کی صفات سے متصف ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اَفَلَمۡ یَنۡظُرُوۡۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ کَیۡفَ بَنَیۡنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ

فُرُوْجٍ وَالاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَافِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْبَتْنَافِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ۔

ترجمہ :

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کیسا ہم نے اس کو بلند کیا اور سجایا اور کہیں اس میں دراڑ نہیں اور زمین کو ہم نے بچھایا اور اس میں لنگر انداز کردئے پہاڑ اور اگائیں اس میں ہر قسم کی چیزیں۔ خوشنما بصیرت اور یاد دہانی پیدا کرنے کے لئے ہر متوجہ ہونے والے بندے کے دل میں۔

اس دنیا کی چیزیں صرف ہماری کسی مادی ضرورت ہی کو نہیں پورا کرتیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کی تخلیق میں حسن وخوبروئی اور کمال صنعت کی ایسی نمود ہے کہ وہ آپ سے آپ ایک اعلیٰ اور برتر حقیقت پر ایمان لانے کے لئے تنبہ بھی کرتی ہے اور یہ تنبہ کرنا محض انکا ضمنی مقصد نہیں بلکہ ان کا اصلی وظیفہ ہی یہی ہے جن لوگوں کی حسنِ باطن بیدار ہوتی ہے ان کو اشیاء کا یہی پہلو سب سے زیادہ روشن نظر آتا ہے لیکن جن کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور بطن وفرج کی لذات کے سوا جن کے سامنے کوئی اور اعلیٰ مقصد نہیں رہ جاتا انکی آنکھیں خوردبینوں اور دوربینوں سے مسلح ہونے کے باوجود اس حقیقت کو دیکھنے سے قاصر رہ جاتی ہیں جو فی الحقیقت ہر شے کے اندر سب

سے زیادہ ابھری ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن نے ایسے لوگوں کو چوپایوں سے تشبیہ دی ہے اور انکی نسبت فرمایا:

لَهُمْ قُلُوب" لَاَّ یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیَن" لَاَّ یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَان" لَاَّ یَسْمَعُوْنَ بِهَا۔

ترجمہ:

ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں انکی آنکھیں ہیں لیکن دیکھتی نہیں ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں۔

# باب دوم

## انفسی دلائل

## دلیل نمبر ا

### انسان عالم صغیر ہے

امام راغب مفردات القرآن میں فرماتے ہیں :

اَلْعَالَمُ عَالَمَانَ الْكَبِيْرُ وَهُوَ الْفَلَكَ بِمَا فِيْهِ وَالصَّغِيْرُوَهُوَالإِنْسَانُ لِاَنَّهُ مَخْلُوْق" عَلَى هَيْئَتِهِ الْعَالَمَ وَقَدْ اَوْجَدَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِيْهِ كُلَّ مَاهُوَ مَوْجُوْد" فِي الْعَالَمِ الْكَبِيْرِ۔﴿ص ۳٤۹ مفردات﴾

ترجمہ :

عالم دو ہیں ایک عالم کبیر جو فلک الافلاک ہے ان تمام موجودات اور مخلوقات کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرا عالم صغیر اور وہ انسان ہے اس لئے کہ وہ عالم کبیر کی ہیت پر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس میں ہر اس چیز کو پیدا فرمادیا ہے جو عالم کبیر میں موجود ہے۔

خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا :

سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الآفَاقِ وَفِي اَنْفُسِهِمْ۔

ترجمہ :

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق اور انکے نفسوں میں۔

نفس انسانی کا آفاق سے تقابل ظاہر کرتا ہے کہ عالم صغیر کے سب حقائق اس عالم صغیر میں پائے جاتے ہیں جسے انسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے :

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ :

تمہارے نفسوں میں نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔

اس آیت کے تحت بیضاوی میں ہے :

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ آیَات" اِذْمَافِی الْعَالَمِ شَیْئی" اِلاَّ وَفِی الاِنْسَانِ لَه' نَظِیْر"۔﴿۲/۳۳۳ بیضاوی﴾

ترجمہ :

تمہاری جانوں میں تمام نشانیاں موجود ہیں۔اس لئے کہ سارے عالم میں ایسی کوئی شے نہیں جسکی نظیر نفس انسانی میں موجود نہ ہو۔

بعینہٖ یہی مضمون مندرجہ ذیل مفسرین نے اس آیت کے تحت حسب ذیل عبارات میں ارقام فرمایا:

وَذَالِكَ اَنَّ الاِنْسَانَ عَالَمٌ صَغِيْرٌ فِيْهِ تَشَابُهٌ مِّنَ الْعَالَمِ الْكَبِيْرِ۔

﴿غرائب القرآن ص۹ پارہ نمبر ۲۷﴾

ترجمہ:

انسان عالم صغیر ہے اسے عالم کبیر سے مشابہت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے:

فَاِنَّ فِيْ الْعَالَمِ الصَّغِيْرِ اَعْنِيْ نَفْسَ الاِنْسَانِ كَائِنٌ مِنَ الآيَاتِ كَمَا فِي الْعَالَمِ الْكَبِيْرِ۔﴿۸۳/۹ تفسیر مظہری﴾

ترجمہ:

عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کی نشانیاں موجود ہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا:

اِذْلَيْسَ فِيْ الْعَالَمِ شَيْئٌ اِلاَّ وَفِيْ ذَاتِ الاِنْسَانِ لَهٗ نَظِيْرٌ۔

﴿۹/۱۷ روح المعانی﴾

ترجمہ :

دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جسکی نظیر انسان میں موجود نہ ہو۔

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے :

وَقَالَ بَعْضُ الْحُكَمَاءِ اِنَّ كُلَّ شَيْئٍ فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ لَهٗ نَظِيرٌ فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ۔ ﴿قرطبی ۲۰۲/۲﴾

ترجمہ :

بعض دانا لوگوں نے فرمایا عالم کبیر کی ہر چیز کی نظیر عالم صغیر میں موجود ہے۔

اب قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں :

عالم کائنات کی دو اقسام ہیں عالم شہادت اور عالم غیب، عالم شہادت اجسام کا عالم ہے جو آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے اور عالم غیب جسمانیت سے پاک ہے اور آنکھوں سے اوجھل جیسے ملائکہ، نزول وحی علوم و معارف۔

اسی طرح انسان میں ایک عالم شہادت ہے جو محسوس ہوتا ہے وہ بدنی عالم اور جسمانی جہان ہے جس میں گوشت پوست ہڈی چمڑہ اور اجزاء بدن شامل ہیں۔ ایک عالم غیب ہے جو آنکھوں سے محسوس نہیں ہوتا جیسے روح انسانی کہ اس میں علم کے چشمے ہیں، صفات کمال اور حواس خمسہ وغیرہ

ہیں۔ پھر جیسے اس دنیا کے عالم شہادت میں دو حصے ہیں سفلیات جیسے زمین اور اسکے سبزہ زار دریا اور پہاڑ وغیرہ اور علویات جیسے آسمان آفتاب اور چاند وغیرہ ایسے ہی انسان میں بھی دو حصے ہیں ایک فوقانی حصہ جس میں دماغ اور قلب ہے کہ یہی اسکے علویات ہیں اور دوسرا تحتانی حصہ ہے ہاتھ پاؤں پیٹ اور پیٹھ وغیرہ شامل ہیں پھر زمین کے سفلیات میں عناصر اربعہ یعنی مٹی آگ ہوا اور پانی موجود ہے اور علویات میں علوم و معارف رحمت و غضب وغیرہ پائے جاتے ہیں ٹھیک اسی طرح انسان کے سفلیات یعنی بدن میں ان ہی چاروں عناصر کے اثرات حرارت برودت رطوبت اور یبوست کارفرما ہیں اور اس کے علویات یعنی قلب و دماغ میں حواس خمسہ اور بدن کی تدبیر و تصرف کی قوتیں موجود ہیں۔

## انسانی بدن میں عناصر اربعہ

### زمین

زمین ایک تودہ خاک ہے ایسے ہی انسان کا سارا جسم ایک مشت خاک ہے کہ یہ بنا ہوا ہی مٹی سے ہے بدن پر سے میل کچیل جھڑتا ہے وہ مٹی کے سوا اور کیا ہے۔ زمین ہموار نہیں بلکہ اس میں اونچ نیچ طول و عرض اور گہرائی ہے بدن انسانی میں بھی اونچ نیچ گہرائی اونچائی سب ہی کچھ موجود ہے۔ زمین کے اندر رطوبات اور پانی بھرا ہوا ہے کہ ذرا زمین کھودو تو تری نکلنی شروع

ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی انسانی بدن کی زمین میں بھی ہے کہ اس کے نیچے بھی رطوبات ہیں۔ ذرا بدن کاٹ دو تو خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ زمین مختلف رنگوں کی ہے۔ سفید سرخ زرد سیاہ ایسے ہی بدن انسانی میں بھی مٹی کے مختلف رنگ ہیں سطح سفید زیر بغل سیاہ چہرہ پر سرخی رہتی ہے۔ ہڈیوں جوڑوں پر کھال کا رنگ عموماً زرد ہوتا ہے پوری نوع انسانی پر نظر ڈالو تو ہر رنگ کا انسان نظر آتا ہے۔ مغربی انسان عموماً سفید، افریقی سیاہ، چینی زرد ہندوستانی گندم گوں اور عرب سرخی مائل ہوتے ہیں۔ زمین کا کوئی حصہ صاف ستھرا ہے جو تفریح گاہ ہوتا ہے اور کوئی گندہ ہوتا ہے ایسے ہی بدن انسانی کا بعض حصہ وہ ہے جو صاف ستھرا ہوتا ہے اسے عزت سے چوما جاتا ہے جیسے چہرہ اور ہاتھ اور کوئی حصہ گندہ ہوتا ہے جیسے اعضائے نجاستہ غرضکہ مٹی اور اسکی مخصوص صفات وکیفیات انسان میں سب موجود ہیں۔

## آگ

سارے عالم میں آگ اور برقی رو دوڑ رہی ہے۔ اسی طرح انسانی جسم میں بھی ہر جگہ حرارت اور آگ پھیلی ہوئی ہے۔ پتھروں کو آپس میں رگڑو تو آگ نمایاں ہوتی ہے۔ ایسے ہی دونوں انسانی ہاتھ رگڑنے سے خوب گرمی پیدا ہوتی ہے۔ زمین کی آگ فیض ہے علویات یعنی سورج کا ایسے ہی انسانی بدن میں بھی حرارت فیض ہے علویات یعنی قلب ودماغ کا۔ قلب ہی وہ حرارت

عزیزی پیدا کرتا ہے جو رگوں میں بصورت بخار پھیلتی ہے۔

## پانی

پانی زمین کے گوشہ گوشہ میں سمایا ہوا ہے۔ بدن انسانی میں بھی پانی بصورت خون موجود ہے۔ جو بدن کاٹتے ہی نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ دنیا میں دریا اور نہریں بہتی ہیں۔ انسانی جسم میں رگیں ہیں جو بڑی چھوٹی نہروں کی شکل میں جاری ہیں جن سے بدن سیراب ہوتا ہے۔ زمین میں تالاب وغیرہ ہوتے ہیں جنکا پانی ٹھہرا رہتا ہے جسم انسانی میں معدے میں پانی ٹھہرا رہتا ہے۔ زمین میں مختلف چشمے جاری ہیں کسی کا پانی شیریں ہے کسی کا شور اور نمکین کسی کا تلخ اور کڑوا اور کسی کا ترش ہے ایسے ہی انسانی بدن میں چشمے جاری ہیں۔ منہ سے آب شیریں کا چشمہ جاری ہے۔ آنکھوں سے چشمہ شور جاری ہے جسکا پانی نمکین ہوتا ہے۔ پتے کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔ کان کا پانی کڑوا ہے۔ ناک کا پانی ترش ہے غرض انسان میں ہر ذائقہ کے چشمے موجود ہیں دنیا میں کہیں پانی جاری رہتا ہے اور بعض پانی منجمد رہتا ہے جیسے بحر منجمد شمالی اور بحر منجمد جنوبی۔ انسانی بدن میں بھی کچھ چشمے جاری ہیں جیسے تھوک سنک اور آنسو اور کچھ منجمد جیسے بلغم کہ کبھی وہ سینہ میں جمتا ہے اور کبھی دماغ میں دنیا میں کہیں کے چشمے پینے کے قابل ہوتے ہیں اور کہیں گندہ پانی بہتا ہے جس سے سب نفرت کرتے ہیں جیسے گندے نالے ایسے ہی بدن انسانی میں ایک تو

منہ سے چشمہ جاری ہے جو ہر وقت پیا جاتا ہے اور ایک پیشاب ہے جو گندہ پانی گویا گندی نالی سے بہتا ہے دنیا میں کہیں سرد پانی کے چشمے بہتے ہیں جیسے ٹھنڈے پہاڑوں پر اور کہیں گرم چشمے بہتے ہیں جہاں گندھک کا زور ہوتا ہے۔ ایسے انسانی بدن میں ٹھنڈے پانی کے چشمے بھی جاری ہیں جیسے زبان سے اور گرم پانی کے چشمے بھی جاری ہیں جیسے آنسو یا پیشاب دنیا میں برسات ہوتی ہے زمین سے پانی بخارات بن کر اوپر اٹھتا ہے اور پھر زمین پر ہی برسنے لگتا ہے ایسی صورت ہی جسم انسانی میں موجود ہے کہ گرمی کے موسم میں جسم ہی سے پسینہ نکلتا ہے اور جسم پر ہی ٹپکنے لگتا ہے۔ غرضکہ پانی کی تمام اقسام انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں۔

## ہوا

زمین پر ہوائیں چلتی ہیں۔ ایسے ہی انسان میں بھی سانس کی آمدورفت کی صورت میں ہوائیں چلتی ہیں کہیں ہوا گرم اور کہیں سرد ہوتی ہے ایسے ہی انسان جو ہوا اندر لے جاتا ہے وہ سرد اور جو باہر نکالتا ہے وہ گرم ہوتی ہے پھر ہوا صاف بھی ہوتی ہے اور بدبودار بھی انسان کو ڈکار آئے تو ہوا خوشبودار ریح خارج ہو تو ہوا بدبودار۔ زمین پر کبھی آندھی چلتی ہے۔ انسان کبھی دوڑتا ہے تو سانس تیزی سے نکلتا ہے جو انسانی بدن کی آندھی ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ عناصر اربعہ کی جو کیفیت اس بڑے عالم میں ہے وہی بجنسہ اس

چھوٹے عالم میں بھی ہے۔

## انسانی بدن کے جمادات

بدن انسانی میں موالید ثلاثہ یعنی جمادات، نباتات اور حیوانات بھی موجود ہیں۔ زمین پر اگر پتھر اور ریت موجود ہے تو انسانی جسم میں ہڈیوں کا سلسلہ پہاڑی سلسلہ ہے گویا یہ بدن کے پتھر ہیں کوئی چھوٹا پہاڑ ہے کوئی پہاڑ بڑا ہے اور پوری اقلیم تن میں سلسلہ اسی طرح پھیلا ہوا ہے جس طرح زمین پر کوہستانی سلسلہ چلا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات تو انسان میں سے یہ متعارف پتھر اور ریت اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ نکلنے لگتی ہے جیسے گردہ میں سے پتھریاں آنے لگتی ہیں اور مثانہ میں سے ریت آنے لگتی ہے جنہیں دواؤں یا اپریشن کے ذریعے خارج کیا جاتا ہے۔ پھر جس طرح پہاڑوں پر مٹی جمتی ہے ایسے ہی بدن میں ہدیوں پر گوشت چڑھا ہوا ہے جو خاک کے تودوں کی طرح ان پہاڑیوں پر چھایا ہوا ہے۔ بعض پہاڑ گرم اور بعض سرد ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بدن کی سطح سرد اور مستور جگہ گرم ہوتی ہے۔ بعض پہاڑ واجب الاحترام ہوتے ہیں جیسے احد پہاڑ حجر اسود کو چوما جاتا ہے ایسے ہی بدن انسانی کے بعض حصے چومے جاتے ہیں جیسے پیشانی وغیرہ۔

## بدن انسانی کے نباتات

زمین پر طرح طرح کے بناتات اگتے ہیں۔ ایسے ہی جسم پر بال اگتے

ہیں زمین کے خطوں میں کہیں گھنا جنگل ہے کہیں چھیدا ایسے ہی بدن پر کہیں گھنے بال ہیں جیسے سر اور کہیں چھیدے بال ہیں جیسے باقی بدن پر زمین پر بعض نباتات ایسے ہیں جو برابر بڑھتے اور نشوونما پاتے رہتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ یکساں حالت پر قائم رہتے ہیں نہ بڑھتے ہیں نہ گھٹتے ہیں جیسے پہاڑی خودرو سبزہ اور درخت ایسے ہی بدن انسانی میں سر اور داڑھی اور مونچھ وغیرہ کے بال وہ ہیں جو برابر بڑھتے رہتے ہیں لیکن بقیہ جلد کے بال وہ ہیں جو ہمیشہ یکساں حالت پر رہتے ہیں۔ نہ گھٹتے ہیں نہ بڑھتے ہیں۔ زمین پر بعض مقامات پر جھاڑ ہوتے ہیں جن کو صاف کئے بغیر زمین پر رونق نہیں آتی اور بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ زمین کا حسن ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بدن کے بعض بال ایسے ہوتے ہیں جن کو صاف کرنے سے حسن انسانی میں اضافے کا سبب ہیں جیسے بغل اور زیرناف کے بال اور بعض کا رکھا جانا ہی حسن بدن ہے جیسے سر کے بال۔ دنیا کے پالے ہوئے باغوں میں جب تک مالی کاٹ تراش نہ کرتا رہے ان کا حسن وکمال باقی نہیں رہ سکتا اسی طرح بدن انسانی میں بعض بال ایسے ہیں کہ انکی اصلاح اور کتروبیونت ہی سے چہرے کا حسن قائم رہتا ہے۔ مثلاً مونچھوں کے بال۔

## انسانی بدن کے حیوانات

جنگلوں اور پہاڑوں میں مختلف قسم کے حیوانات رہتے ہیں زمین کی

رطوبات انکی غذا ہے اسی طرح انسانی نباتات یعنی سر کے بالوں میں جوئیں ہوتی ہیں یا پیٹ میں کینچوے ہوتے ہیں جو بدن کے خون کو چوستے ہیں اور پلتے ہیں زمین کی گہرائی میں۔حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے اور سانپ ہوتے ہیں ایسے ہی انسانی بدن کے اندر لاکھوں جراثیم ہوتے ہیں۔زمین کی مخلوق یہیں پیدا ہوتی ہے اور مر کر یہیں دفن ہو جاتی ہے۔ایسے ہی بدن کے اندر کے جراثیم بدن ہی میں پلتے ہیں اور مر کر زمین بدن ہی انکا مدفن بنتی ہے۔

## انسانی بدن کے زلزلے

زمین میں کبھی کبھی زلزلے آتے ہیں جس سے ساری زمین خود بخود حرکت میں آجاتی ہے۔اسی طرح بدن میں دھڑدھڑیاں آتی ہیں جن سے پورا بدن ایک دم متحرک ہو جاتا ہے۔

## علویاتِ بدن

آسمان پر آفتاب اور مہتاب ہیں جن سے عالم میں روشنی ہوتی ہے۔ انسانی بدن میں آسمان یعنی سر میں دو آنکھیں ہیں جن سے عالم میں روشنی ہوتی ہے اور اچھی بری چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔آسمان پر ستارے ہیں جن سے لوگوں کو راستہ ملتا ہے انسانی جسم میں دماغ ہے جس میں غور و فکر ہیئات ہیں جن سے انسان کو عمل کی راہیں ملتی ہیں۔گویا ہزارہا نظریات آسمان دماغ کے

ستارے ہیں جو ہدایت کی راہ استوار کرتے ہیں اور جیسے ستارے دنیا میں مادی تاثیرات پیدا کرتے ہیں جڑی بوٹیوں اور مزاجوں میں مختلف گرم و سرد اثر ڈالتے ہیں ایسے ہی آسمان دماغ کے یہ فکری ستارے بدن پر اچھے برے اثر ڈالتے ہیں۔ فکر غم سے تو بدن گھلنے لگتا ہے اور اگر فکر مسرت ہے تو بدن ترو تازہ ہو جاتا ہے اور عملی قوت بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ مزاج تک بدل جاتے ہیں۔ آسمان کے اوپر عالم غیب میں جنت ہے جس میں سوائے مسرت واطمینان کے کسی غم کا نشان نہیں اور غیب ہی میں جہنم بھی ہے کہ وہاں غم اور پریشانی ہے۔ خوشی کا نام و نشان نہیں اسی طرح انسان کے باطن میں آثار مصائب و غم اور تشویشات مثل جہنم کے ہیں کہ انسانی نفس ہر وقت کوفت و کلفت کا شکار رہتا ہے اور آثار فرح و سرور اور بشاشت و طمانیت مثل جنت کے ہیں کہ ان میں منہمک ہو کر انسانی نفس مگن اور دنیا ومافیھا سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے جنت مجموعۂ لذات ہے ایسے انسان کا باطن بھی مجموعۂ لذات ہے اور جیسے جہنم مجموعۂ آفات ہے ایسے ہی باطن انسان بھی مجموعۂ آفات ہے۔ آسمانوں میں سب سے اوپر عرش ہے جس پر خالق کی تجلیات کا بلاواسطہ دور دورہ ہے اسی طرح انسانی بدن میں لطیفۂ قلب ہے جو تجلی گاہ ربانی ہے۔ آسمان پر فرشتے مخفی خدمات سرانجام دیتے ہیں ان میں عصیان کا نشان نہیں اور وہی مدبرات امور ہیں ایسے ہی انسانی دماغ میں حواس خمسہ ہیں جو

اقلیم بدن کی مخفی خدمات ملائکہ کی طرح انجام دیتے ہیں اور مدبراتِ بدن ہیں اور قلبی احکام کے سامنے ان میں عصیان کا نشان نہیں بلکہ قلب کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ آسمان کے نیچے غیبی عالم میں شیاطین بھی ہیں جو حکم الٰہی کے سامنے کبھی نہیں جھکتے بلکہ خود گمراہ ہو کر پوری کائنات کو گمراہ کر دینا چاہتے ہیں اور گناہوں کو طرح طرح کی مزین صورتوں میں پیش کر کے عالم کے سامنے قابل قبول بناتے رہتے ہیں ایسے ہی اقلیم بدن میں آسمان دماغ کے نیچے انسان کا نفس امارہ ہے جو شیطان کی مثل ہے اور ہوا و ہوس اور وساوس اس کے آلات کار ہیں یہ نفس امارہ فانی لذات گناہ اسراف عمل کی صورتیں خوب لذیذ بنا کر آدمی کے سامنے کرتا رہتا ہے۔ غرضکہ فرش خاک سے لے کر عرش پاک تک مخلوقات کے تمام نمونے انسان میں موجود ہیں لیکن

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

## انسان میں کمالات خالق کے نمونے

ساری کائنات کے لئے خدا کی ذات بابرکات مدبر اور حکیم ہے جو اپنی حکمت و قدرت سے عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر ذرا نظر رحمت پھیر لے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ ایسے ہی روح انسانی رخ موڑ لے تو سارا جسم بے جان ہو کر گل سڑ جائے تمام جہانوں کے لئے وہ ایک ہی مدبر ہے جسکا دوسرا کوئی شریک نہیں ایسے ہی بدن انسانی کے لئے صرف ایک ہی

روح مدبر بدن ہے جسکے ساتھ کوئی دوسری روح شریک نہیں۔خدا یقینی اور حتمی ہونے کے باوجود نگاہوں سے او جھل ہے۔اسی طرح روح انسانی یقینی ہونے کے باوجود نگاہوں سے او جھل ہے خدا تعالیٰ خالق یکتا ہو کر عالم کو نئ نئ صورتیں دیتا رہتا ہے مگر خود صورت سے پاک ہے ایسے روح انسانی بدن کو طرح طرح کی ہیئات دیتی رہتی ہے مگر خود ہر قسم کی ہیئت وصورت سے پاک ہے۔ہر چیز میں خالق کائنات کا جلوہ سمایا ہوا ہے مگر کوئی اشارہ کر کے نہیں بتلا سکتا کہ وہ فلاں جگہ ہے ایسے ہی روح بھی بدن کی رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے لیکن اگر کوئی بدن کی گہرائی میں بھی گھس کر کوئی روح کا مقام متعین کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ نکلا کہ عالم کبیر کے تمام نمونے عالم صغیر یعنی حضرت انسان میں موجود ہیں اور یہ بات خدا کی ہستی اور اس کے وجود پر ایک عظیم دلیل ہے جسکا کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔

میری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی

## دلیل نمبر ۲

### جسم انسانی ایک شہر ہے

انسان کا جسم ایک شہر کی طرح ہے جس میں مختلف کام ہو رہے ہیں۔

مثلاً

| | |
|---|---|
| ۱۔باروچی | معدہ ایک باروچی کی طرح غذا پکا رہا ہے۔ |
| ۲۔عطار | کوئی عطار غذا کا جوہر نکال کر جزو بدن بنا رہا ہے۔ |
| ۳۔حکیم | جگر ایک طبیب کی طرح غذا میں تیزاب ملا رہا ہے۔ |
| ۴۔جاروب کش | انتڑیاں گردے پھپھڑے غلاظت کو جسم سے باہر پھینک رہے ہیں۔ |
| ۵۔کاریگر | کوئی کاریگر خون کو گوشت میں تبدیل کر رہا ہے۔ |
| ۶۔بھٹہ | ہڈیاں اینٹوں کی طرح پک کر مضبوط بن رہی ہیں۔ |
| ۷۔جلاہا | کوئی بافندہ اعصاب اور جھلیاں بن رہا ہے۔ |
| ۸۔درزی | کوئی درزی زخموں کو سی رہا ہے۔ |
| ۹۔کاشتکار | کوئی کاشتکار ہے جو جسم کے کھیت میں بال اگا رہا ہے۔ |
| ۱۰۔رنگ ساز | کوئی رنگریز ہے جو دانتوں کو سفید، بالوں کو سیاہ اور خون کو سرخ بنا رہا ہے۔ |
| ۱۱۔مصور | کوئی عظیم مصور ہے جو ماں کے پیٹ میں بچے کی خوبصورت تصویر بنا رہا ہے۔ |

## دلیل نمبر ۳

### جماہی

انسان نیند سے بیدار ہو کر انگڑائیاں لیتا ہے۔ سانس چند لمحوں کے لئے اندر کھینچ کر پھر باہر نکال دیتا ہے اسی کا نام جماہی ہے۔ یہ اس لئے کہ رات کے وقت خون کی ایک کثیر مقدار دل کا عمل جاری رکھنے کے لئے پھیپھڑوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ بیداری کے بعد چونکہ باقی اعضاء کو بھی کام کرنا ہوتا ہے اور خون کی تمام جسم کو ضرورت پڑتی ہے اس لئے جماہی سے پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں اور جمع شدہ خون یہاں سے نکل کر تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور چہرے کی رنگت شگفتہ سی ہو جاتی ہے۔ انگڑائی خون کو پھیلانے میں مدد دیتی ہے۔

## دلیل نمبر ۴

### کان

کان کی اندرونی دیواریں ایک بدبودار اور کڑوا گوند خارج کرتی ہیں تاکہ گردوغبار اور کیڑے مکوڑے یہیں پھنس کر رہ جائیں۔ اگر حالت خواب میں کوئی چیونٹی وغیرہ گھس جائے تو انسان کی زندگی وبال جان بن جائے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے یہ بدبودار اور کڑوا رس تیار کیا تاکہ چیونٹی کان میں

داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جائے۔

## دلیل نمبر ۵

## دماغ

انسان کا دماغ کھوپڑی کے مضبوط قلعے میں پانی کے اندر تیر رہا ہے۔ پانی کا فائدہ یہ ہے کہ اچھل کود میں دماغ دیواروں سے نہیں ٹکراتا۔ ریڑھ کی ہڈی دماغ سے نکل کر کمر تک جاتی ہے۔ اسکی سینکڑوں رگیں الگ ہو کر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جس طرح ٹیلیفون میں دو تار ہوتے ہیں ایک پیغام لینے اور دوسرا دینے کے لئے اسی طرح جسم کے ہر حصے میں پیغام بھیجنے اور لینے کے لئے ایک تار سے دماغ کو اطلاع دی جاتی ہے اور دوسرے تار سے ہاتھ کو حکم ملتا ہے کہ مکوڑے کو مار بھگاؤ۔

انسان کا دماغ کارخانہ الٰہی کا بڑا بھاری ورکشاپ ہے۔ کیا عجیب عجیب باتیں اعلیٰ اعلیٰ قسم کی مشینیں کیسے کیسے کارخانے کیسے کیسے بحری اور ہوائی جہاز اور کیسی کیسی سواریاں اسی دماغی ورکشاپ میں ڈھلتے ہیں۔ اس کارخانہ کی کوئی نہایت نہیں انسانی دماغ میں کتنی بڑی بڑی عدالتیں کچہریاں بڑے بڑے دفتر محافظ خانے دیوانی اور فوجداری مالی کلکٹر تحصیل محکمہ تعمیرا انجینئر غرضکہ ساری دنیا کے جملہ کارخانے اور فیکٹریاں انسانی دماغ کا ثمرہ ہیں۔ انسان کے دماغ میں ایک محافظ خانہ ہے جس میں دنیا بھر کی اشیاء محفوظ رہتی ہیں۔ قابل غور بات

یہ ہے کہ دنیا میں ایک دکاندار یا کارخانہ دار جب تک چھوٹے کاروبار والا ہوتا ہے اسکا سامان چھوٹی سی جگہ میں پھیلا ہوا ہوتا ہے پھر جب بتدریج ترقی کرتا ہے وہ جگہ وہ مکان اور وہ دکان تنگ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو بڑے بڑے گودام کی ضرورت پیش آتی ہے الغرض جتنا کام بڑھتا چلا جاتا ہے اتنی ہی جگہ مزید درکار ہوتی ہے۔ مگر دماغ کا محافظ خانہ خدا تعالیٰ کا وہ خاص عطیہ ہے کہ اس میں کبھی تنگی محسوس نہیں ہوئی جو ایک دفعہ مل گیا ساری عمر کے لئے کافی ہو گیا۔ اگر آج ایک شخص کے دس ہزار ملنے والے ہیں ان دس ہزار کے نقشے انکی صورتیں ان کا لباس ان کا فوٹو اسی گودام میں محفوظ ہے۔ ان دس ہزار آدمیوں کی سوانح عمری ان کے بچپن سے بڑھاپے تک کے حالات سب یہیں محفوظ ہیں۔ پھر ہزار ہا مکانات ہزار ہا سڑکیں ہزار ہا درخت ان کے نقشے اور انکی ہیئت ان کی تاثیرات سب کچھ اس میں محفوظ ہیں کچھ دنوں کے بعد سفر کا اتفاق ہوا اب پہلے سے بھی زیادہ انسانوں جانوروں درختوں اور عمارتوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو کچھ دیکھا وہ بھی سب کا سب اسی گودام میں محفوظ ہے۔ اسی طرح شروع میں تھا اسے جگہ کی نہ تو کمی کی شکایت ہے نہ انکار کی گنجائش ایک انجینئر کے ذہن میں کتنی کتنی وسیع عمارتوں کے نقشے لاکھوں مشینوں اور انکے پرزوں کی صورتیں ہزاروں لاکھوں چیزوں کی شکلیں غرض ساری دنیا اس گودام میں محفوظ ہے پھر اس میں اور بھی اتنی ہی جگہ باقی ہے جتنی کہ اوّل

روزے باقی تھی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک دماغ ہے اور وہ پانچ کچہریوں میں بیک وقت اجلاس کرتا ہے اور بڑے احسن طریقے سے یہ کچہری کے کام کو انجام دیتا ہے۔ ایک کچہری ہے جس کے دو دروازے آنکھیں ہیں صبح سے شام تک صدہا چیزیں نظر کے سامنے آتی ہیں۔ پھر پہلی نظر میں ان چیزوں میں سے ہر ایک چیز کی ماہیت اور حقیقت سے واقف ہو جانا ان چیزوں کے متعلق جو کچھ سوانح عمری ہے اس کو سمجھ لینا دوست دشمن کی پہچان کر لینا مفید و مضر کی پہچان کر لینا وغیرہ یہ سب کچھ ایک ہی نظر میں طے ہوتا ہے۔ دوسری کچہری جس کے دو دروازے کان ہیں ہزارہا آوازوں کا کان میں آنا صرف آواز سے پس پردہ بولنے والے کو شناخت کرنا یہ جانور ہے اور کونسا جانور ہے۔ یہ انسان ہے پھر ہزاروں لفظوں کے معنی سمجھنا پھر ان کے معنوں پر غور کرنا نیک وبد نتیجہ نکالنا، آواز کے لہجے سے رات کے وقت دشمن اور دوست کو پہچاننا اللہ اکبر ایک کان اور ہزاروں کام پھر ایک دماغ کس خوبی کے ساتھ اس کچہری کے منصب کو بھی پورا کرتا ہے۔ تیسری کچہری ناک ہے جس میں صبح سے شام تک صدہا خوشبوئیں پہنچتی ہیں۔ صدہا بدبوئیں آتی ہیں پھر خوشبو اور بدبو کی پہچان کہ یہ چنبیلی کی خوشبو ہے یہ گلاب کی یہ کیوڑہ یہ خوشبو فلاں پھل کی ہے یہ فلاں کی اسی طرح سینکڑوں قسم کی بدبوئیں صرف

سونگھتے ہی فیصلہ کرنا کہ یہ فلاں چیز کی بدبو ہے یہ فلاں کی اور محل خوشبو اور محل بدبو ہزاروں ہیں ان سب کا معلوم کرنا پھر انکی بدبو کا یا خوشبو کا ایک اندازہ محفوظ رکھنا پھر امتحان کے وقت ان کو صحیح بتانا واللہ ایک عجیب کارخانہ قدرت ہے۔ چوتھی کچہری زبان ہے جو دن رات میٹھے کھٹے کڑوے کسیلے مزے چکھتی ہے۔ اس کچہری کا حاکم بھی وہی دماغ ہے جو کئی قسم کے پھلوں میووں پانیوں دواؤں جنگل کی بوٹیوں گھاس پھونس کے مزے میں فوراً چکھتے ہی شناخت کر کے فیصلہ دے دیتا ہے پھر کیا مجال ہے کہ کڑوے کو میٹھا یا میٹھے کو کڑوا بتا دے۔ ہر چیز کا اصلی ذائقہ اور اصلی مزہ بتایا جاتا ہے۔ پھر خوش الحانی سے قرآن پڑھنا اور بڑے بڑے لیکچر اس زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ پانچویں کچہری گرم ٹھنڈا معلوم کرنے کے لئے ہے جسکا راستہ اور ذریعہ سارا بدن ہے جو ہر گھڑی کھلی رہتی ہے۔ جس جگہ جس وقت کوئی چیز جسم سے چھو جائے فوراً معلوم ہو جائیگی کہ یہ چیز گرم ہے یا سرد نرم ہے یا سخت یہ ہوا گرم ہے یا سرد۔

ہم نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا اور سنا کہ ان کو سارا قرآن شریف حفظ اور یاد ہے۔ امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث، امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث، امام ابوزرعہ کو چھ لاکھ احادیث، امام محمد بن الجعانی کو چار لاکھ احادیث، امام مسلم کو تین لاکھ احادیث، امام انباری کو کتابوں کے تیرہ صندوق زبانی یاد تھے۔ آج بھی کئی علماء ایسے موجود ہیں کہ حافظ قرآن ہیں۔

علاوہ ازیں ہزاروں احادیث کے معنے ان کے راویوں کے نام اور حالات صدہا تفسیروں کے معنی ہزار ہا مسائل صدہا فقہ کی کتابوں کے ترجمے اور مطلب سینکڑوں فتاویٰ مسائل جدیدہ وقدیمہ پر تحقیق کئی علمی نکتے صدہا واقعات تاریخ علم صرف ونحو کے قاعدے ادب منطق ریاضی معانی اصول حدیث اصول فقہ الغرض بہت سے علوم ایک عالم کے چھوٹے سے دماغ میں سما سکتے ہیں اور دماغ بدستور خالی رہتا ہے۔

ایک انسانی دماغ میں اتنے کمالات رکھ دینا سوائے ذات باری تعالےٰ کے یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔

اے انفس و آفاق میں پیدا تری آیات
سچ یہ ہے کہ اک چشمہ حیراں ہے تیری ذات

## دلیل نمبر ۶

### چہرہ

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہنے لگا کہ میں شطرنج کے کھیل سے بڑا متعجب ہوں کہ یہ کھیل ایک مربع فٹ تختہ کے چونسٹھ خانوں میں کھیلا جاتا ہے اور اگر ان خانوں میں ایک لاکھ مرتبہ بھی شطرنج کھیلی جائے تو ہر بازی بازی مختلف ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمانے لگے میں اس سے کہیں زیادہ بڑے امر پر تعجب کرتا ہوں کہ انسان کا چہرہ صرف بالشت بھر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ نے بے شمار چہرے پیدا فرمائے لیکن کوئی چہرہ دوسرے چہرے سے نہیں ملتا کسی کی آنکھ دوسرے کی آنکھ سے کسی کی ناک دوسرے کی ناک سے ہونٹ ہونٹ اور کان کان سے نہیں ملتے۔

اور میں کہتا ہوں کہ چہرہ تو بہت دور کی بات ہے انسان کے ہاتھ میں دو ڈھائی انچ کا انگوٹھا ہے اور کسی ایک انگوٹھے کی لکیریں دوسرے انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں بلکہ ایک ہی انسان کے دائیں انگوٹھے کی لکیریں بائیں انگوٹھے کی لکیروں سے نہیں ملتیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا پاک ہے وہ ذات جس نے ایک چربی کی بوٹی میں دیکھنے کی قوت ایک نرم ہڈی میں سننے کی قوت، گوشت

کے ٹکڑے میں بولنے کی قوت پیدا فرمائی جو لوگ انسان کو محض ایک اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں وہ اس بات کی کیا توجیہ کریں گے کہ انسان کے جسم میں ہر جگہ گوشت ہے پھر بولنے کا خاصہ صرف زبان میں کیوں ہے اور کیوں ضروری ہے کہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں مخصوص ہیں جسم کے کسی اور حصے کی چربی بینائی کا آلہ کیوں نہیں بن جاتی اس لئے اگر کوئی شخص محض ہٹ دھرمی پر نہیں اتر آیا تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ انسان کی تخلیق نہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے نہ کسی ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے بلکہ وہ مکمل طور پر اس خلاق واحد کی قدرت اور حکمت کا حسین شاہکار ہے۔

## دلیل نمبر ۷

### ماں کا دودھ

جب ایک عورت ماں بن جاتی ہے اور اسکی گود میں بچہ کھیلنے لگتا ہے تو اس کے سینے سے دودھ اتر آتا ہے جو غذا وہ پہلے کھاتی تھی اب بھی وہی غذا کھاتی ہے نہ غذا میں کوئی تبدیلی ہوئی نہ کھانے والی میں کوئی تبدیلی ہوئی پھر یہ دودھ کہاں سے آگیا اگر یہ غذا کا اثر تھا تو کسی اور شخص کے کھانے سے اس کے سینے میں دودھ کیوں نہیں اترتا۔ معلوم ہوا کہ یہ اثر نہ غذا کا ہے نہ کھانے والی کا ہے۔ یہ صرف اس قادر مطلق کی کارفرمائی ہے جو رنگ برنگ ترکاریوں کو خون کی رنگت میں تبدیل کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو دودھ کی سفید

دھاروں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر ہمارے پاس کوئی ایسا خارجی عمل نہیں جس کے ذریعے سے ہم ماں کے سینے میں جاری ہونے والے دودھ کو روک سکیں۔ اس فیاض حقیقی کے نزدیک جب تک بچے کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں کے سینے میں دودھ اتار تا رہتا ہے اور جب دودھ کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو دودھ کے جاری ہونے کا سلسلہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ کیا انسان کے جسمانی نظام میں اللہ کی ذات اور اسکی حکمت وقدرت کی یہ بہترین نشانیاں نہیں ہیں۔

## دلیل نمبر ۸

## انسانی نشوونما

اللہ تعالےٰ نے جس طرح انسان کے جسم کی ساخت بنائی ہے اس میں متعدد کارآمد اجزاء رکھے ہیں پھر جو غذا پانی اور کھانے کی شکل میں حاصل کرتے ہیں اسکا ایک ایک ذرہ وہ ان تمام اعضاء کو ان کی مخصوص جگھوں پر پہنچاتا ہے اور جس عضو کو جتنی توانائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کو اتنی توانائی فراہم کرتا ہے اور اس طرح تدریجاً انسان کو اس کے طبعی ارتقاء تک پہنچاتا ہے۔ اپ سوچئے کہ انسان کے جسم میں اس سارے نظام کو کون چلا رہا ہے۔ کیا یہ نظام خود بخود چل رہا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا یا کوئی مافوق الفطرت ہستی اس نظام کو چلا رہی ہے پھر وہ ہستی کیا سورج ہے چاند ہے پانی ہے آگ

ہے پتھر ہے جانور ہے انسان ہے کیا ہے ؟ یہ تمام چیزیں جنکا ہم نے ذکر کیا ہے خود کسی کے بنائے ہوئے نظام کے تحت سرگرم عمل ہیں اور اس امام کے پابند ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت پر مجبور ہیں۔ عناصر ہوں یا کواکب زمین کی پہنائیاں ہوں یا افلاک کی بلندیاں یہ سب ایک منضبط نظام کے تحت اپنے اپنے حصے کا کام انجام دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ جس ذات نے ان تمام موجودات کو ایک نظام میں مربوط کیا ہوا ہے وہی ذات انسانی جسم کی ساخت اور اسکی نشوونما کی خالق اور مربی ہے۔ سورج اور چاند اسکے حکم سے طلوع ہوتے ہیں دن اور رات اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ سمندروں میں طوفان اسی کے حکم سے اٹھتے ہیں۔ اسی کے حکم سے بارشیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی کے اذن سے کھیتیاں ہری ہوتی ہیں۔ وہ نہ چاہے تو بادلوں سے ایک قطرہ بھی نہ برسے انسانوں اور حیوانوں کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہ مل سکے سب نظام کائنات اسی ذات یکتا کے ہاتھ میں ہے۔

## دلیل نمبر ۹

## بیماری اور موت

صحت اور بیماری زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اگر وہ کسی شخص کو بیمار کرنا چاہے تو ہم ہزار جتن کے باوجود اسکی صحت کو واپس نہیں لا سکتے جبکہ اس جیسی بیماریوں کے ہزاروں مریض معمولی علاج

سے شفایاب ہو جاتے ہیں اور اس بیماری کے لئے بڑے بڑے قابل ڈاکٹر اور حکیم اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کرنے کے باوجود اسکی صحت کو واپس نہیں لا سکتے اور بالآخر وہ شخص بیماری کے ایام گزارتا ہوا راہی ملک عدم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ہر شخص کی زندگی کی ایک میعاد مقرر کی ہے اور جب کوئی انسان اپنی زندگی کے ایام اور سانس پورے کر لیتا ہے تو خواہ وہ بادشاہ ہو خواہ فقیر بڑے سے بڑا ڈاکٹر ہو یا طبیب سائنسدان ہو یا فلسفی اسے بہر حال اس وقت مرنا ہی پڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی کوشش اور اہم سے اہم سائنسی عمل ہزار جتن کے باوجود مدت حیات پوری ہونے کے بعد اسے موت کے چنگل سے نہیں بچا سکتا۔ اگر اس عالم سے ماورا کوئی ہستی نہیں ہے تو پھر وہ کونسی طاقت ہے جو کسی بیمار کو تندرستی سے اور مرنے والے کو زندگی سے ہم کنار ہونے نہیں دیتی اس نظام کائنات میں تو ہر چیز خود ایک نظام کی پابند ہے وہ کیسے کسی کو صحت اور زندگی سے روک سکتی ہے۔ الغرض موت و حیات کا خالق اللہ تعالےٰ ہے وہ پیدا کرتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ جب چاہتا ہے کسی کو بیمار کر دیتا ہے جب چاہتا ہے صحت و عافیت دے دیتا ہے اور جب چاہتا ہے انسان کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ وہ فعّال لمایرید کی صفت سے متصف ہے وہ حاکم مطلق ہے اسکی مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
آج خاک انکی پڑی اڑتی ہے ویرانوں میں

## دلیل نمبر ۱۰

## نفس انسانی کی شہادت

مصائب و پریشانی میں مبتلا ہونے کے بعد انسان فطری طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہوتی ہے :

وَفِی الاَرْضِ آیات "لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ :

یقین کرنے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ کی ذات پر زمین میں بھی نشانیاں ہیں اور تمہارے نفسوں میں بھی کیا تم غور نہیں کرتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کے نفس میں اللہ تعالےٰ کی ذات پر شہادت اور دلیلیں موجود ہیں جن پر اس نے کفر والحاد اور شرک کے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ لیکن اسکی زندگی میں کبھی نہ کبھی کوئی ایسا موقع ضرور آتا ہے جب کسی اچانک حادثہ سے شرک والحاد کے سارے حجاب اچانک اٹھ جاتے ہیں اور توحید کی شہادت بے نقاب ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتی

ہے۔ اور وہ بے ساختہ اللہ تعالےٰ کے حضور جھک جاتا ہے۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی زندگی میں اسی شہادت سے انقلاب آیا جب سرور کونین نے مکہ معظّمہ کو فتح کیا تو عکرمہ نے جدہ کا رخ کیا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر حبشہ کا قصد کیا راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی طوفانی لہروں میں گھر گئی پہلے پہل تو تمام بت پرست اپنے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو پکارتے رہے مگر جب طوفان کی ہولناکیاں بڑھنے لگیں اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب پکار اٹھے کہ اب سوائے اللہ کے اور کوئی بچانے والا نہیں اور اب وقت آگیا ہے کہ اس خدائے وحدہ لاشریک کے دروازۂ رحمت پر دستک دی جائے پھر سب نے مل کر بیک آواز اس کی رحمت کو پکارا اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں۔ عکرمہ کی زندگی میں یہ ایک انقلاب آفریں لمحہ تھا انہوں نے سوچا کہ ان کے تصور کے تراشے ہوئے سارے بت بے حقیقت ہیں انکی بصیرت جاگی اور انہوں نے سوچا جو خدا یہاں انکی کشتی کو طوفان کے گرداب سے نکال سکتا ہے وہ در حقیقت خشک و تر ہر جگہ اپنے بندوں کی فریاد سن سکتا ہے اور انکی مدد کرتا ہے۔ اس وقت انکی آنکھوں کے سامنے سے غفلت اور جہالت کے سارے پردے اٹھ گئے اور دل پر جس قدر کفر والحاد کے حجابات پڑے ہوئے تھے سب دور ہو گئے اور ان کے نفس میں جو توحید کی شہادت مستور تھی وہ پوری قوت اور توانائی کے ساتھ اُبھری اور انہوں نے اپنے دل

میں عہد کیا کہ اگر یہ کشتی طوفان سے نکل گئی تو میں سیدھا محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جاؤں گا اور انکے ہاتھ پر بیعت کرلونگا اور اس خدا واحد پر ایمان لے آؤنگا جسکی بحر و بر پر حکومت ہے جو طوفان کے رخ پھیر سکتا ہے ہر قسم کی مصیبت ٹال سکتا ہے اور جس کو اس عظیم کائنات کی لامحدود وسعتیں کہیں بھی کسی بے بسی اور لاچار کی فریاد سننے سے روک نہیں سکتیں۔

چنانچہ سلامتی سے ساحل پر آنے کے بعد انہوں نے اپنا عہد پورا کیا اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے اور بقیہ تمام عمر خدمت اسلام میں گزار دی۔

## دلیل نمبر ۱۱

## امید کی کرن

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک بار ایک دھریہ سے ملاقات ہوئی جو وجود باری تعالےٰ کا انکار کرتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کبھی تم سمندر میں کشتی میں سوار ہوئے ہو اس نے کہا ہاں آپ نے پوچھا کبھی طوفان کا سامنا بھی کیا ہے اس نے کہا ہاں کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی ملاح ڈوب گیا اور لہروں کے تھپیڑے مجھے ساحل تک لے آئے۔ آپ نے فرمایا پہلے جب تو کشتی پر بیٹھا تو تیرا اعتماد ملاح پر تھا اور جب ملاح طوفانی لہروں میں ڈوب گیا تو پھر تیرا اعتماد کشتی پر تھا اور جب کشتی ٹوٹ گئی اور تو ایک تختے کے سہارے بہنے لگا تو تیرا بھروسہ اس تختے پر تھا اور جب تختہ بھی تیرے ہاتھ سے

نکل گیا اور تو محض لہروں کے رحم و کرم پر بہہ رہا تھا اور طوفانی لہریں تجھے غرقاب کر رہی تھیں اس وقت تیرا کیا خیال تھا کہ یہ لہریں تجھے غرق کر دیں گی یا اس وقت بھی تیرے دل میں امید کی کوئی کرن باقی تھی وہ کہنے لگا میں اس وقت بھی پر امید تھا کہ شاید سلامتی سے نکل جاؤں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا اب جب کہ سارے مادی اور ظاہری سہارے ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ گئے اس وقت تو نے کس ذات کے ساتھ امید قائم کی ہوئی تھی کہ وہ تجھ کو بچالے۔ دہریہ خاموش رہا آپ نے فرمایا جس وقت کوئی مادی اور ظاہری سہارا نہ رہے اور سلامتی کے اسباب ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں اس وقت جس ذات سے امید قائم ہوتی ہے اور بے چارگی کے لامتناہی اندھیروں میں جس ذات سے مدد کی روشنی ملتی ہے وہی تیرا اور سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ اسی نے تجھے غرق ہونے سے بچایا اسی کی یہ شان ہے کہ انسان جب چاروں طرف سے مایوسیوں میں گھر جاتا ہے اور اسے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور سمجھتا ہے کہ وہ عنقریب اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گھر کر ختم ہو جائیگا تو اچانک وہ غیب سے اسکی سلامتی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۲

## انسان مرقع حسن وجمال ہے

خدا فرماتا ہے :

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

ترجمہ :

بے شک ہم نے انسان کو بہترین اعتدال پر پیدا کیا۔

خدا تعالےٰ نے انسان کو شکل وصورت قدو قامت عقلی اور ذہنی قوتوں قلبی وروحانی صلاحیتوں سے متصف کر کے پیدا فرمایا ہے اگر انسان کو بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صوری اور معنوی حسن وکمال میں کوئی چیز بھی انسان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ گراں قیمت حیوان زور آور جانور درندے پرندے ہوائی اور آبی مخلوقات سب کی سب انسان کے سامنے سرافگندہ ہے اور اس کے حکم کے سامنے سر تابی کی جرأت نہیں کر سکتی۔ گرانڈیل ہاتھی ایک فیل بان جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے چھ سال کا بچہ اونٹوں کی قطار جدھر چاہتا ہے لے کر چلا جاتا ہے۔ شوخ وشنگ برق رفتار گھوڑے پر جب انسان سوار ہوتا ہے تو وہ اسکی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ عقل ونظر، فکر، قیاس اور استنباط کی جو

بے نظیر قوتیں انسان کو بخشی گئی ہیں کائنات کی کوئی چیز اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ اس کے علم و عرفان کی قوتوں کا تو یہ حال ہے کہ نوری فرشتے بھی اس کو سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسکی قامت راست اور اعضاء کی ساخت بھی بے نظیر ہے۔ ہر جانور اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے اپنا سر زمین پر جھکاتا ہے۔ لیکن انسان کو اس کے لئے سر جھکانا نہیں پڑتا بلکہ اس کے ہاتھ لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں۔

خدا تعالےٰ نے انسان کو پانی کے ایک قطرے سے پیدا فرمایا اسی بوند سے قد رعنا چاند سا مکھڑا گلاب کو شرمانے والے رخسار غزالی آنکھیں یہ عقل و خرد ظاہری اور باطنی حواس کی پیچیدہ مشینری یہ مضبوط ٹانگیں یہ لمبے لمبے ہاتھ یہ چوڑا چکلہ سینہ سب اسی سے بنے ہیں۔ اگر طاقتور خوردبینوں سے اسکا تجزیہ کیا جائے تو بھی انسان کے متنوع اعضاء اور گوناں گوں قوتوں کا سراغ نہیں ملتا جو ذات اقدس اس بوند میں ایسی عمدہ گلکاریاں کر سکتی ہے اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

مقام غور ہے کہ میاں بیوی کے اختلاط سے بیوی کے رحم میں ایک بوند ٹپکی پھر رحم کا منہ بند ہو گیا اس کے بعد انسانی تخلیق جن پیچیدہ مرحلوں سے گزری جو اعضاء اس میں پیدا ہوئے ان میں جو نزاکتیں ملحوظ رکھی گئیں پھر انسان کو کامل الاعضاء بنا کر اس تاریک کوٹھڑی سے نکالا اور اس رزمگاہ

حیات میں کھڑا کر دیا پھر کسی میں باپ بننے اور کسی میں ماں بننے کی صلاحیتیں رکھ دیں وہ قوتیں جو قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے اس بچے میں ودیعت کی تھیں وہ اس دنیا میں آکر پروان چڑھیں اور انسان نے ان قوتوں کو بروئے کار لا کر دنیا کو رونق بھرا بازار بنا دیا۔

انسانی اعضا کے تناسب کو دیکھو تو عقل حیرت واستعجاب میں ڈوب کر رہ جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے کیا قد زیبا بنایا ہے انسانی بازو کتنے متناسب ہیں اگر پانچ کی بجائے ہاتھ میں سات یا چار انگلیاں ہوتیں تو کیا انسان اپنے کام اسی خوبی سے سر انجام دیتا جس احسن طریقے سے اب دے رہا ہی۔ پھر اس کے چاند سے چہرے کو دیکھو تو آنکھیں کان ناک اور منہ ہونٹ پلکیں بھویں کسی قرینے سے سجائے گئے ہیں ان میں سے کسی کو آگے پیچھے یا اوپر نیچے کر کے تصور کرو کتنی خوفناک اور بھیانک صورت رونما ہو جائیگی۔ پھر اسکا ظاہر ہی حسن ودلکشی کا مرقع نہیں بلکہ اسکا باطن بھی گوناگوں خوبیوں کا مخزن ہے۔ اس مشت خاک میں فضا کو مسخر کرنے سمندروں کو کھنگال دینے کی قوتیں بھی موجود ہیں۔ نیک وبد کی تمیز کی استعداد بھی اس انسان میں موجود ہے۔

## دلیل نمبر ۱۳

### انسانی تربیت

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں انسانی تربیت کے متعلق فرماتا ہے :

اِنَّا خَلَقْنَا کُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔

ترجمہ:

ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو کبھی پورا بن جاتا ہے اور کبھی ادھورا رہ جاتا ہے تاکہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیں اور ہم جو چاہتے ہیں رحموں میں ایک مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم اپنے کمال کو پہنچتے ہو یعنی جوان ہوتے ہو اور تم میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے اور تم سے کوئی بیکار عمر کو لوٹایا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد نادان بن جائے۔

دیکھئے اللہ تعالےٰ نے اس جگہ انسان کی تربیت کے مختصر بڑے بڑے دس درجے بیان فرمائے:

﴿۱﴾ تراب ﴿۲﴾ نطفہ ﴿۳﴾ علقہ ﴿۴﴾ مضغہ ﴿۵﴾ مخلقہ
﴿۶﴾ غیر مخلقہ ﴿۷﴾ طفلا ﴿۸﴾ بلوغ الاشد ﴿۹﴾ الشیخوخۃ
﴿۱۰﴾ وفات۔

اب سب سے پہلے تراب یعنی مٹی کو لیں فرماتے ہیں ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا چونکہ حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں مٹی سے پیدا ہوئے اس لئے سب انسانوں کا آغاز بھی مٹی سے ہے۔ چونکہ انسان کی خوارک اور دیگر ضروریات زندگی زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور وہ پھر انسان کے جسم میں داخل ہو کر خون پیدا کرتی ہیں جس سے نطفہ بنتا ہے۔ چونکہ وہی نطفہ انسان کی ظاہری پیدائش کا سبب بنتا ہے اس لئے انسان کی پیدائش کو مٹی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

جب زمین کا کثیف اور گدلا نچوڑ انسانی مشین میں فلٹر ہو کر بالکل صاف ہو جاتا ہے تو اس سے نطفہ بنتا ہے۔ پھر اس میں یہ حکمت بھی قابل غور ہے کہ خوراک کیسی تھی اس سے سرخ خون بنایا اور پھر سرخ خون کو سفید منی میں بدل دیا نہ معلوم قدرت کا کون سا رنگساز اندر ہی اندر کام کر رہا ہے کہ بغیر ہمارے محسوس کئے ہوئے یہ سب کی سب تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اب جب نطفہ بنتا ہے اور مرد عورت کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو یہ نطفہ عورت کے رحم میں داخل ہو کر اس سے تعلق پکڑتا ہے۔ جسے علقہ کہتے ہیں تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد پھر یہ علقہ مصنغہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی گوشت بن جاتا ہے۔ اب مصنغہ بننے کے بعد کبھی تو بچہ پورا ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے جسے قرآن نے غیر مخلقہ کے نام سے تعبیر کیا ہے اور کبھی مخلقہ یعنی پورا ہو کر

مقررہ مدت کے بعد دنیا میں آتا ہے۔ حمل کی حالت میں ماں کا وہ خون جو ماہواری کی صورت میں خارج ہوا کرتا تھا کر بڑھتا ہے پھر اسکی پیدائش بھی کم حیریت انگیز نہیں ہوتی کہ ایک ایسے مقام سے جو بچہ کے جسم اور قدو قامت کے اعتبار سے بالکل تنگ ہے پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی تو غور کرو کہ یہ تمام انسانی جسم کا نقش و نگار کس چیز پر بنایا جاتا ہے۔

پانی پر۔ کیا دنیا کا کوئی کاریگر پانی پر بھی نقش و نگار بنا سکتا ہے اور وہ بھی ایسے خوبصورت اور پھر لطف تو یہ ہے کہ یہ نقش و نگار کسی آلہ یا ہتھیار سے نہیں بنائے جاتے بلکہ نقاش قدرت نے آلات کے بغیر ہی یہ نقش و نگار بنائے ہیں اور جہاں یہ نقش بنائے جاتے ہیں وہاں کسی روشنی کا نام و نشان نہیں تہ درتہ اندھیروں اور ظلمات کا قبضہ ہے پھر ان اندھیروں میں نقش و نگار بناتے ہوئے کوئی غلطی اور خطا سرزد نہیں ہوتی پھر ایسا تناسب اور اندازہ کہ سبحان اللہ پھر اسی ذرا سے پانی میں گوشت پوست ہڈیاں خون رگیں پٹھے اور ہڈیوں میں مغز پیدا کر دیا پھر اس کو اندر ہی اندر مادہ اور نر بنا دیا جاتا ہے۔ پھر انکی طبیعتوں میں اختلاف پھر کسی کو سلطنت کے قابل کسی کو زراعت کے کسی کو خوبصورت تو کسی کو بدصورت پھر تین سو ساٹھ جوڑ ان میں کوئی ٹیڑھا کوئی سیدھا کوئی کانٹے دار اور کوئی پتلا کوئی موٹا کوئی سخت کوئی لچکدار اور پھر ان کو رگوں پٹھوں اور نسوں سے باندھنا اور پھر رگوں کی رسیاں بھی کوئی گول کوئی

چوڑی کوئی چپٹی کوئی تکونی کوئی پتلی کوئی لمبی اور کوئی چھوٹی بنائی گئی پھر انسانی مکان کے اندر اسکی صفائی اور ضرورت کے لئے 9 کھڑکیاں رکھ دی گئیں۔ دو سننے کے لئے دو دیکھنے کے لئے دو سونگھنے کے لئے ایک کھانے پینے اور سانس لینے کے لئے اور دو فضلہ نکالنے کے لئے پھر اس کے جوڑوں کی ساخت جو نہایت باقاعدہ اور مضبوط ہوتی ہے اور بھی قابل توجہ ہے۔ ہر انسان کی کلائی سے لے کر انگلیوں کے سروں تک کی لمبائی دو پستانوں کا فاصلہ دو کانوں کا درمیانی فاصلہ پاؤں کا طول سوا بالشت ناک اور ہونٹوں کی لمبائی منہ کا طول ایک انگلی کا دوسری سے فرق آنکھوں کی لمبائی 1/8 بالشت کے برابر ہوتی ہے پھر اس کے ایک ایک جوڑ کو۔ لے کر دیکھو تو وہ بھی حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آنکھوں کی پتلی ہی کو دیکھو کہ کتنی ذرا سی چیز ہے مگر زمین و آسمان پہاڑ اور میدان کو اپنے اندر لیتی ہے۔ پھر اس کے لئے سات پردے اور تین رطوبتوں کے خزانے بنائے کہ ہمیشہ نرم رہے اور ہر طرف پھر سکے۔ ان میں سے اگر کوئی پردہ بھی ذرا سا خراب ہو جائے تو اس قدرتی کیمرے میں فوراً فرق آجاتا ہے پھر ایک یہ بات بھی دیکھو کہ رب العزت نے آنکھ کے دونوں پٹھوں کو ماتھے پر ایک دوسرے کی قینچی کی طرح کاٹتا ہوا بنایا اور یہ اسلئے کہ دونوں آنکھوں کی دیکھی ہوئی چیز اس مقام پر مل کر ایک دکھائی دے ورنہ دو آنکھوں کے ہونے کی وجہ سے ہر ایک چیز دو عدد دکھائی دیا کرتی بھیجے کو اسی قینچی کے

بگاڑ سے ہر چیز دو عدد نظر آتی ہے۔ آنکھوں پر پپوٹوں کے کواڑوں کو ملاحظہ کرو کہ خطرہ کے وقت خود بخود بند ہو کر آنکھ کو بیرونی اذیت سے بچا لیتے ہیں اور پھر اگر دروازے کھلے ہوئے ہوں تو اندر کو گرد و غبار سے بچانے کے لئے پلکیں عطا فرمائی گئیں ماتھے اور سر وغیرہ کے میل اور پسینے سے بچانے کے لئے ان پر ابروؤں کے چھجے باندھ دئے گئے اور پھر آنکھ کا دل سے ایسا تعلق رکھا کہ اِدھر کسی چیز کو دیکھا اُدھر فوراً دل کو خبر ہو گئی۔ یہی نہیں بلکہ اپنی دیکھی چیز کے خفیہ رنج و غم اور پوشیدہ احساسات تک بھی دل کو پہنچا دیتی ہے۔ کان کو دیکھو کیسی مناسب جگہ پر ان کو لگایا ہے نہ آگے نہ پیچھے بلکہ دائیں بائیں تاکہ چو طرفہ آوازوں کو سن سکیں پھر ان کے اندر ایسے پیچ رکھے کہ کیسی تند و تیز ہوا اور آندھی کیوں نہ ہو جھلی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ اسکا جوش اس کے مروڑوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ پھر ان کے باہر کی طرف چھاج کی سی دیوار بنا دی گئی ہے کہ وہ ہوا کو روک کر کان میں گھسنے کے لئے مدد دے اگر یہ دیوار نہ ہوتی تو ہوا کا بہت سا حصہ اِدھر اُدھر چلا جاتا اور بیرونی ہوا کان کے اندر والی ہوا کے ساتھ ٹکرا کر اچھی حرکت نہ پیدا کرتی جس سے اندر کی ہوا بہت نرمی کے ساتھ کان کی جھلی کے ساتھ ٹکراتی اور اس سے ثقل سماعت کی شکایت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہتی۔ ناک کی قوت ممیّزہ بھی سبحان اللہ کا ورد کرنے کے قابل ہے۔ اسکا خوشبو اور بدبو میں فرق کرنا پھر مختلف خوشبوؤں اور

بدبوؤں میں سے اسکی قسم کا الگ کرنا کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ پھر انسانوں کی اس قدر کثرت کہ اللہ اکبر مگر جسے دیکھو صورت اور نقش ونگار میں دوسرے سے ممتاز اور الگ۔ غرضکہ جتنا اس معاملہ کو کریدتے جاؤ گے اتنے ہی عجائبات قدرت اور زیادہ حیران بناتے جائیں گے۔ جس طرح دنیا کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اسی طرح انسانی جسم کے عجائبات بھی ختم نہیں ہوتے۔ انسانی تربیت اسکی پرورش اور اسکی بناوٹ پر غور کریں تو حیرت اور استعجاب مین مستغرق ہو کر یہی کہنا پڑتا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ

## دلیل نمبر ۱۴

## عہد فطرت

ہم جانوروں کو اپنے گھروں میں پالتے ہیں ان کے اندر ہم اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک بلی سے لے کر ایک ہاتھی تک جن پر بھی ہم کوئی احسان کرتے ہیں وہ اپنی مختلف اداؤں کی زبان سے اپنی سپاس گزاری اور ممنونیت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی جذبہ بہتر سے بہتر ترقی یافتہ صورت میں انسان کے اندر موجود ہے جس کو ہم دوسرے لفظوں میں عدل سے تعبیر کرتے ہیں جسکی وجہ سے انسان کا یہ حال ہے کہ جس پیمانہ سے اس کے لئے ناپا جائے اسی پیمانے سے وہ دوسروں کے لئے ناپتا ہے اور اسی

جذبہ عدل نے خدا پرستی کی بنیاد ڈالی۔اسی عدل کو قرآن نے انسانی فطرت کے عہد سے تعبیر کیا ہے۔

ارشاد خدا ہے :

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ۔

ترجمہ :

اور یاد کرو جب لیا تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی انکی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان کو گواہ ٹھہرایا ان کے اوپر کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔بولے ہاں ہم گواہ ہیں یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا معلوم اس قسم کا کوئی عہد ہوا نہ اس "الست بربکم" کی خبر نہ اس "بلی" کی یہ دونوں باتیں محتاج ثبوت ہیں۔اسکا جواب یہ ہے کہ انسان پانی کی ایک حقیر بوند کی شکل میں ماں کے پیٹ میں پڑتا ہے۔ماں،نا معلوم کتنے مصائب جھیل کر کتنے دکھ اٹھا کر نو مہینے اس کو پیٹ کے اندر ہی پالتی ہے اپنے خون سے اسکی پرورش کرتی ہے۔

پھر جان کی بازی کھیل کر اس کو جنم دیتی ہے۔ پھر اپنے جسم کا ایک ایک قطرہ خون دودھ بنا کر اس کو پلاتی ہے اور برسوں کے بعد اس کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ زمین پر چل سکے۔ اس کے بعد باپ کی شفقتوں اور اسکی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا دور آتا ہے جو ایک طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصے میں باپ جو اپنے لئے چاہتا ہے اس سے زیادہ بچے کے لئے چاہتا ہے۔ وہ خود کم کھا کر بچے کو زیادہ کھلاتا ہے وہ خود تکلیف اٹھاتا ہے تاکہ بچے کو آرام پہنچے وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے تاکہ بچہ خطرہ سے محفوظ رہے۔ ماں باپ کی محبتوں اور شفقتوں اور جاں بازیوں کا یہ سلسلہ ہے جو بچہ کو پال کر جوان بناتا ہے اگر اُس میں سے ایک کڑی بھی ٹوٹ جائے تو بچہ کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ اب فرض کیجئے بچہ جوان ہوا ماں باپ بڑھاپے کو پہنچے۔ اب یہ محتاج ہیں اور وہ مستغنی لیکن بیٹا ان کا کوئی خیال نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص اس کو والدین کے حقوق و فرائض یاد دلائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ ماں باپ کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں مجھے اس قسم کے کسی فرض یا ذمہ داری کی کوئی خبر نہیں ہے میں نے اس قسم کے کسی حق کا کبھی اقرار نہیں کیا تو ہر شخص ایسے بیٹے کو کمینہ کہے گا کیونکہ وہ ایسے حق اور ذمہ داری کا انکار کر رہا ہے جس سے زیادہ اور مسلم ذمہ داری کوئی نہیں یہ ذمہ داری ہر استحقاق کے ساتھ خود بخود لگی ہوئی ہے۔

اسی بنیاد پر ایک انسان اس عورت کے لئے نان و نفقہ اور حفاظت حرمت کا حق تسلیم کرتا ہے جس سے وہ متمتع ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر آدمی پر اپنے خاندان اور قبیلہ کی حفاظت اور نصرت کے فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد پر ایک شہر کی میونسپلٹی شہریوں کی کمائی میں حصہ دار ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ایک سلطنت اپنی رعیت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنے علم و قابلیت وقت اور آزادی جان و مال میں اس کو شریک کریں اور اگر سلطنت کا وجود کسی خطرہ میں پڑ جائے تو اسکے بچاؤ کے لئے سب کچھ قربان کر دیں اب فرض کیجئے ایک شخص عورت کی حرمت کا مالک بن بیٹھا لیکن اسکے نان و نفقہ کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و فرائض سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے میں نے اس قسم کا کوئی اقرار نہیں کیا ہے یا ایک شہری میونسپلٹی کی سڑکوں پر چلتا ہے اس کے حفظان صحت کے انتظام سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کے پارکوں اور چمنوں سے متمتع ہوتا ہے اسکی جلائی روشنیوں سے مستفید ہوتا ہے لیکن جب اس کے مطالبات کا وقت آئے تو وہ جواب دے دے کہ میں اس مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتا میں نے ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کی یا اسی طرح ایک آدمی سلطنت کے اندر شہریت کے حقوق سے فائدہ اٹھا رہا ہے اسکے امن و عدل اور قانون و نظام کی بدولت وہ ایک ملکیت کا مالک ایک بیٹے کا باپ ایک بیوی کا شوہر ایک سلطنت کا شہری ہے لیکن جب سلطنت کے مطالبات کا وقت آئے تو کہہ

دے کہ میں اس قسم کی کوئی ذمہ داری تسلیم نہیں کرتا میں نے اس قسم کے بوجھ اٹھانے کا کوئی اقرار نہ کیا تھا تو کیا اسکا جواب صحیح ہوگا۔ بیوی کہے گی یہ عذر غلط ہے جس دن تو نے میری حرمت پر آزادانہ تصرف کیا میں نے اپنا جسم تیرے سپرد کیا اسی دن تو نے ان ساری ذمہ داریوں کو قبول کر لیا تھا اور زبان خلق بیوی کو برحق قرار دے گی اور شوہر کو کمینہ یہی سزا ایک قبیلہ اپنے بزدل اور حق ناشناس فرد کو دے گا۔ یہی سزا میونسپلٹی اپنے ایک نادہندہ شہری کو دے گی۔ حکومت اپنے نمک حرام باشندے کو دے گی اور تمام دنیا اس سزا کو بالکل جائز اور واجبی قرار دے گی کیونکہ ہر حق کے ساتھ فرض کا لزوم اس قدر بدیہی ہے کہ آسمان کا سورج بھی اتنا بدیہی نہیں ہے۔

یہاں تک کہ اسی استحقاق اور ذمہ داری کے فطری اور ہمہ گیر قانون کی بنا پر ہمارے گھر کی پلی ہوئی مرغی اور ہمارے تھان پر بندھے ہوئے گھوڑے گائے ہمارے چمن میں اگے ہوئے پھول اور ہمارے باغ میں لگے ہوئے درخت کے بھی ہمارے ذمہ حقوق ہیں۔ ہم جس مرغی کے انڈے چوزے کھاتے ہیں لازم ہے کہ بلی اور کتوں سے اسکی حفاظت کریں ہم جس گائے کا دودھ پیتے ہیں اور جس گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہم پر حق ہے کہ اسکے دانے اور گھاس کے کفیل ہوں ہم جس پودے کے پھول سے خوشبو محسوس کرتے ہیں اور جس درخت کے پھل سے لطف اندوز ہوتے ہیں ہم پر

ضروری ہے کہ اس کو سینچیں اسے کھاد دیں اسے سردی سے بچائیں گرمی میں مرجھانے نہ دیں ہم ان کے حقوق کا انکار نہیں کرسکتے ہم نے جس دن انکے وجود سے کسی قسم کی لذت حاصل کی اسی دن ان کے حقوق کا اقرار کرلیا۔

اب غور کرو جب ہم ماں باپ کے حقوق کا انکار نہیں کرسکتے تو ان سے کہیں بڑھ کر اس کا حق ہے جس نے ماں باپ کو بھی پیدا کیا جب ہمارے لئے بیوی کے حقوق سے انکار نہیں تو اس کے حقوق سے انکار کیسے ممکن ہے۔ جس نے مرد کو سکون کی خاطر عورت کو وجود بخشا۔ جب ہم خاندان قبیلہ بادشاہ سلطنت کا حق مانتے ہیں تو وہ جس نے خاندان قبیلہ کو وجود بخشا جس نے بادشاہ کے سر پر تاج شاہی سجایا وہ ان سب سے کہیں بڑھ کر اس بات کا حقدار ہے کہ ہم اس کے عہد ربوبیت کا اقرار کریں اس کو منعم حقیقی تسلیم کریں۔ ہر نعمت پر اسکا شکر ادا کریں اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

## دلیل نمبر ۱۵

### فطرت انسانی کا علو

انسان کی فطرت میں ذلت اور اطاعت بندگی اور غلامی سے نفرت ہے اور سروری اور سرفرازی کا خواہشمند ہے وہ جس وقت اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے کرشمے دیکھتا ہے تو محسوس کرتا ہے کہ اس پوری کائنات میں ایک وجود بھی نہیں ہے جو اسکی ہمسری کرسکے اس احساس برتری کی ایک وجہ

یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوقات اور خدا کا خلیفہ ہے اور فطرتاً اس اشرفیت کا احساس لے کر اس دنیا میں آیا ہے یہی احساس ہے جسکی وجہ سے انسان بسااوقات خدائی کے دعوے کر بیٹھتا ہے۔ کبھی اپنے آپ کو قوموں کی گردنوں کا مالک سمجھنے لگتا ہے اور بندہ کی جگہ طاغوت بن کر خدا کی زمین پر اپنا قانون اور اپنا فرمان چلانے لگتا ہے۔ لیکن اس احساس برتری کے ساتھ جب وہ دیکھتا ہے کہ اسکی یہ ساری قوتیں اور قابلیتیں بچپنے اور بڑھاپے کی دونا توانیوں میں گھری ہوئی ہیں تو اسے ناچار خدائی کا تخت چھوڑ کر بندگی کی صف میں آکھڑا ہونا پڑتا ہے اور اپنی اس پیشانی کو جو کسی کے سامنے جھکنا نہیں چاہتی ایک ایسی طاقت کے سامنے جھکانا پڑتا ہے جو تمام طاقتوں اور قابلیتوں کا سرچشمہ ہے اور تمام زمین و آسمان کی مالک اور مدبر ہے وہ ہر بلند سے بلند تر ہے بلکہ تمام رفعتیں اسی کی پیدا کردہ ہیں وہ ایک ایسی بالاتر ہستی ہے جسکی قدرت کاملہ سے یہ سارا کارخانہ معرض وجود میں آیا۔

کبر نفس اور علو کا داعیہ انسان میں اتنا شدید اور سخت ہے کہ بسااوقات کسی طرح بھی اعتراف حق پر راضی نہیں ہوتا نمرود مدعی تھا کہ میں زندہ کرتا ہوں اور میں ہی موت دیتا ہوں اس لئے میں ہی رب ہوں۔ حضرت ابراہیم نے یہ کہہ کر کہ "اللہ تعالےٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال" اس کے عجز کو بے نقاب کر دیا اور وہ اس عارضے سے حیران رہ گیا۔ لیکن

کبر نفسی کا شیطان اتنا سرکش ہے کہ لاجواب ہو کر بھی وہ خدا کے اقرار پر راضی نہ ہوا۔ لیکن جنکی عقل درست اور فطرت سلیم ہوتی ہے وہ اپنے علو اور اپنے ضعف دونوں کے توازن کو قائم رکھتے ہیں وہ ایک حکیم اور مدبر ہستی کے آگے جھک کر اپنے ضعف کی تلافی اور اپنی ناتوانی کا علاج پا لیتے ہیں اور ان کا قلب مطمئن ہو جاتا ہے۔

پس جو شخص خدا کو مانتا ہے وہ اس لئے نہیں مانتا کہ اسے خدا بنانے کا شوق ہے بلکہ اس لئے مانتا ہے کہ اسے خدا کی احتیاج ہے وہ تمام قوتوں اور قابلیتوں کے باوجود اپنے اندر ایک خلا محسوس کر رہا ہے جو ایک خدا کو مانے بغیر نہیں بھر سکتا۔ اب اگر کوئی اسے یہ کہتا ہے کہ اس ایک کے سوا کچھ اور بھی ہیں جو بندگی کے مستحق ہیں تو وہ یہ کہہ کر الگ ہو جائیگا کہ میرے لئے بس ایک ہی خدا کافی ہے۔

# عقلی دلائل

اب وجود باری تعالےٰ کے کچھ عقلی دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

## دلیل نمبر ا

### امام اعظم کا ایک دھریے سے مناظرہ

ایک مرتبہ امام اعظم کا ایک دھریے سے مناظرہ قرار پایا مگر آپ وقت مقررہ پر تشریف نہ لائے اس پر دھریے نے اعتراض کیا کہ آپ وقت پر نہیں آئے آپ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے آج دریا کے کنارے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے جسکی محویت نے وقت مقررہ کا خیال تک نہ آنے دیا۔ دھریے نے پوچھا وہ کونسا واقعہ تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے بہت سے تختے لکڑی کے دیکھے جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ وہ لکڑی کے تختے خود بخود اِدھر اُدھر سے دوڑ کر جڑنے لگے اور تھوڑی دیر میں نہایت صحیح مقام پر خود کیلیں جڑ گئیں چند منٹوں میں ایک نہایت شاندار کشتی تیار ہو گئی۔ بعد ازاں وہ خود بخود پھسل کر دریا میں اتر گئی اور تیرنے لگی اس پر ملحد نے زور سے قہقہہ لگایا امام صاحب نے ہنسنے کی وجہ دریافت فرمائی دھریے نے کہا حضرت عقل کی بات کریں کہیں آج تک ایسا ہوتے بھی دیکھا ہے کہ ایک مخصوص ترکیب و

ترتیب کی کشتی خود بخود بن کر تیار ہو جائے اور پھر خود بخود کھسک کر دریا میں اتر کر تیرنے لگے۔

آپ نے فرمایا صاحب جب ایک چھوٹی سی کشتی خود بخود تیار نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ایک کاریگر کی ضرورت ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ زمین و آسمان یہ عظیم الشان سیارے اور ستاروں کی کشتیاں خود بخود بن کر کیسے تیر رہی ہیں آپ کے اس ارشاد پر دھریے کے دل کی دنیا بدل گئی اس کے دل پر حقانیت اسلام کا ایسا اثر ہوا کہ اپنے فاسد عقائد سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

## دلیل نمبر ۲

اسی طرح ایک مرتبہ ایک دھریے نے آپ پر چار سوالات کئے ایک یہ کہ اے مسلمانوں تم کہتے ہو کہ خدا ایک ہے اگر وہ ایک ہے تو اس ایک سے پہلے کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ خدا کا رخ کس طرف ہے اور چوتھا سوال یہ تھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا اے سائل کیا تجھے گنتی آتی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا گنتی کرو اس نے کہا ایک آپ نے فرمایا اس ایک سے پہلے کیا ہے اس نے کہا کچھ نہیں آپ نے فرمایا جس طرح مجازی ایک سے پہلے کچھ نہیں اسی

طرح حقیقی ایک سے پہلے بھی کچھ نہیں دوسرے سوال کے جواب کے لئے آپ نے فرمایا کہ دودھ لایا جائے جب دودھ لایا گیا تو آپ نے اس دھریے سے فرمایا کہ اس دودھ میں گھی موجود ہے یا نہیں اس نے کہا کہ اس کے ہر قطرے میں تھوڑا سا گھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ گھی کہاں ہے۔ اس نے کہا اگرچہ دودھ میں گھی موجود ہے مگر میں آپ کو دکھا نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا جس طرح دودھ میں گھی موجود ہے لیکن تم دکھا نہیں سکتے اسی طرح وہ خالق کائنات موجود ہے لیکن ہم دکھا نہیں سکتے تیسرے سوال کا جواب آپ نے اس طرح دیا کہ چراغ جلا کر رکھ دیا گیا آپ نے اس دھریے سے فرمایا کہ اس چراغ کی روشنی کا رخ کس طرف ہے اس نے کہا چاروں طرف آپ نے فرمایا کہ اگر مجازی نور چاروں طرف ہے تو حقیقی نور خدا تعالےٰ بھی چاروں طرف ہے۔ چوتھے سوال کا جواب دینے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ تو بلند مسند پر بیٹھا ہے میں نیچے کھڑا ہوں تو میری جگہ آجا اور میں تیری جگہ بیٹھ کر اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔ وہ دھریہ آپ کی جگہ اور آپ اسکی جگہ بلند مسند پر بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تیرا چوتھا سوال یہ تھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے تو سنو کہ اس وقت خدا نے مجھے عزت دے کر بلند مسند پر بٹھا دیا ہے اور تجھے ذلیل کر کے نیچے اتار دیا ہے۔

## دلیل نمبر ۳

## امام مالک کے نزدیک وجود خدا پر دلیل۔

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا کہ خدا تعالے کی ہستی اور وجود کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالے نے تمام انسانوں کو ایک سا گلا دیا ہے لیکن کسی انسان کی آواز اونچی ہے کسی کی آواز پست ہے کسی کی آواز سریلی اور کسی کی آواز بھدی کوئی جہیر الصوت ہے کسی کی آواز کرخت ہے اور کسی کی نرم کوئی دو دو تین تین گھنٹے بولتا رہے تو گلا تھکتا نہیں اور کوئی آدھ گھنٹہ بولے تو گلا بیٹھ جاتا ہے یہ تمام اختلافات اس بات کی دلیل ہیں کہ انسانی گلے پر کسی اور ہستی کا اختیار ہے۔ اسی وحدہ لاشریک لہ ہستی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

## دلیل نمبر ۴

## امام شافعی کا دہریوں کو جواب

ایک مرتبہ چند دہریے امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خدا کی ہستی پر دلیل طلب کی آپ اس وقت توت کے درخت کے نیچے طلباء کو درس دے رہے تھے۔ ایک توت کے پتے کو لے کر آپ نے فرمایا یہ حقیر پتہ خدا تعالے کی ہستی پر ایک زبردست اور بین دلیل ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ کیسے؟ آپ نے جواب دیا کہ سارے پتوں کا رنگ بو مزہ اور

طبیعت یکساں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود جب اسے ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم بنتا ہے جب شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد تیار ہوتا ہے جب اسے بکری کھاتی ہے تو مینگنیاں بن جاتی ہیں اور جب اسے ہرن کھاتا ہے تو اس کے نافہ سے مشک پیدا ہوتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ باوجود طبیعت واحدہ کے یہ اختلافات کیسے پیدا ہو گئے معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے ایک اور قوت قاہرہ کام کر رہی ہے۔ اسی قوت کے مالک کو ہم خدا تعالےٰ کہتے ہیں اس کلمہ حق نے ان کے قلوب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ سب کے سب آپ کے دست حق پرست پر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔

## دلیل نمبر ۵

### امام احمد بن حنبل اور خدا کی ہستی۔

ایک مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبل سے وجود باری تعالےٰ پر دلیل طلب کی گئی آپ نے فرمایا سنو ایک نہایت ہی مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے بلکہ اس میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اور اوپر نیچے دائیں بائیں اور آگے پیچھے غرضکہ چاروں طرف سے بند ہے ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں والا جانور بولتا چالتا خوبصورت اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ کہو اس

بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اسکی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں مطلب آپ کا یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں پروردگار خالق یکتا بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے خدا کے وجود پر اور اسکی توحید پر۔

## دلیل نمبر ۶

## منظّم کائنات

بعض لوگ خدا کی ہستی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ دنیا کا یہ سارا کارخانہ محض اتفاقی حادثے کے طور پر وجود میں آگیا ہے اور اپنے آپ چلا جارہا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اتفاق یا حادثہ بذات خود کوئی چیز نہیں پھر جو چیز اپنا وجود خود نہ رکھتی ہو وہ کسی دوسری چیز کو وجود میں لانے کا سبب کس طرح بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات کی یہ تشریح کائنات کے اوپر بالکل چسپاں نہیں ہوتی یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو ذہنوں میں گھڑ لیا گیا ہے اور کائنات کی حقیقی ساخت سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔اس کے برعکس خدا کا تصور کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے وہ خود کائنات کے اندر بول رہا ہے۔

کائنات اتنی پُر حکمت اور اتنی منظّم ہے کہ اسکا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی اتفاقی حادثہ کے طور پر وجود میں آگئی ہے۔ زمین پر جاندار چیزوں کی بقا کے لئے جو حالات ضروری ہیں وہ مکمل طور پر یہاں موجود ہیں۔ کیا محض

اتفاق کے نتیجے میں اتنے عمدہ حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

عقل حیوانی اس خالق اعلیٰ کے وجود پر دال ہے جس نے حقیر اور بے دست وپا مخلوق کو عقل بخشی مثلاً سامن مچھلی کئی برس سمندر میں زندگی بسر کرنے کے بعد ٹھیک اسی سمندر میں اسی مخصوص جگہ پر انڈے دینے کے لئے پہنچ جاتی ہے جہاں پر وہ خود پیدا ہوئی۔ کون اسقدر صحیح اور مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ بام مچھلی جو جزیرہ برمودا کے قریب سمندر میں پائی جاتی ہے اس کے بچے خود بخود اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات محض اتفاقی نہیں بلکہ اس کو وجود میں لانے والی کوئی ہستی موجود ہے اور وہ خدا تعالےٰ ہے۔

## دلیل نمبر ۷

## اجتماع ضدین

کوئی انسان دو ضدوں کو جمع نہیں کر سکتا مثلاً آگ اور پانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لیکن خدا تعالےٰ ان دونوں کو ایک جگہ جمع کرنے پر قادر ہے۔

عرب میں دو درخت پائے جاتے ہیں جن کے نام مرخ اور عفار ہیں۔ انکی شاخوں میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ شاخ کو توڑیں تو پانی ٹپکنے لگتا ہے اور ایک شاخ کو دوسری شاخ پر رگڑیں تو آگ نکلتی ہے۔ درخت میں موجود آگ لکڑی کو جلاتی نہیں اور پانی آگ کو نہیں بجھاتا۔ خدا نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الاَخْضَرِ نَاراً فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ۔

ترجمہ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم آگ سلگاتے ہو۔

اسی طرح خدا تعالےٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جسکا آدھا جسم آگ کا ہے اور آدھا برف سے بنا ہے۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی۔

طوفان نوح کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک تنور میں برتن میں پانی گرم کرنے کے لئے رکھا وہ گرم ہو کر ابل پڑا اور طوفان کی شکل اختیار کر گیا۔ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ۔

ترجمہ:

پس جب ہمارا حکم آیا اور تنور نے جوش مارا۔

یعنی اس قادر مطلق نے آگ سے پانی نکالا۔ جب فرعون اور فرعونی دریا میں غرق کر دیے گئے تو خدا تعالےٰ نے ان کو آگ کے عذاب میں مبتلا

کر دیا۔

ارشاد خداوندی ہے :

اُغرِقُوا فَاُدخِلُوا نَاراً۔

ترجمہ :

دریامیں غرق کر دیے گئےاور نار جہنم میں داخل کر دیے گئے۔

یعنی تھاپانی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں ان کو آگ کا عذاب دیکر اس طرف اشارہ کردیا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ پانی سے آگ پیدا کر دیں۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ

لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخرُجَ نَار" بِالحِجَازِ تُضِیئُ اَعنَاقَ الاِبِلِ بِبُصرٰی۔

ترجمہ :

قیامت سے پہلے حجاز میں ایک ایسی آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کردیگی۔

اس حدیث کے مطابق وہ زبردست آگ ۵ جمادی الاخریٰ ۶۵۴ھ

جمعہ کے دن دو پہر سے پہلے حجاز مقدس میں مدینہ کی شرقی جانب نصف روز کی مسافت پر زمین سے بادل کی طرح گرجتی ہوئی نکلی۔ اس آگ کا طول بارہ میل عرض چار میل اس آگ کے شرارے بڑے مکانوں کے برابر تھی۔ یہ آگ ہماری دنیا کی آگ کے بالکل برعکس تھی۔ ہماری آگ لکڑی کو جلادیتی لیکن وہ لکڑی کو نہیں پتھروں کو جلاتی تھی۔ جب یہ آگ پتھروں کو جلاتی ہوئی حرم مدینہ کے قریب پہنچی تو ایک بڑے پتھر کو جس کا آدھا حصہ حرم میں تھا اور آدھا باہر تھا پورا نہیں جلایا بلکہ جو حصہ حرم کے باہر تھا اس کو جلادیا اور جو حرم کے اندر تھا اس کو نہیں جلایا۔ علاوہ ازیں سخت ترین حرارت کے باوجود اہل مدینہ کے لئے اس میں سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی جو ہستی آگ سے ٹھنڈی ہوا نکالنے پر قادر ہے اسی کو ہم خدا تعالےٰ کہتے ہیں۔

# دلیل نمبر ۸

## نظام شمسی

ہر ایک گھڑی اپنے گھڑی ساز کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور دنیا کا کوئی عاقل انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ گھڑی بغیر کسی صانع کے عالم وجود میں آئی ہے بلکہ ایک ملحد سے ملحد انسان بھی بعض گھڑیوں کی ترتیب و تنظیم اور انکی صحت و ثبات کو دیکھ کر اس کے موجد کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ نظام شمسی کی عجیب و غریب گھڑی انہیں اس کے صانع کے وجود اور اس کے حکیمانہ فعل کی حمد و ستائش کا راستہ نہیں دکھاتی۔ ان گھڑیوں کے جیسے صناع ناقص ہیں اسی طرح انکی مصنوعات بھی ناقص ہیں۔ چابی والی گھڑی کو چابی نہ دو تو کھڑی ہو جاتی ہے کبھی آگے کبھی پیچھے۔ تھوڑی مدت کے بعد اسکی صفائی کرانی پڑتی ہے۔ کبھی کبھی اسے تیل دلوانا پڑتا ہے۔ جب کوئی پرزہ ٹوٹ جائے تو نیا ڈلوانا پڑتا ہے اور پھر حفاظت کے باوجود گھس گھسا کر خود بخود بے کار ہو جاتی ہے مگر اس کے مقابلے میں نظام شمسی کی حیرت انگیز گھڑی پر نظر ڈالو زمانہ گزر گیا نہ اسے کسی نے چابی دی نہ صفائی کی نہ اسے تیل دیا نہ اسکا کوئی پرزہ ٹوٹا نہ وقت میں فرق آیا نہ مرمت کی احتیاج ہوئی نہایت سرعت کے ساتھ اس کے پیچ پرزے چل رہے ہیں نہ تصادم نہ ٹکراؤ۔ اس سارے نظام کو جو ہستی برقرار رکھے ہوئے ہے وہ خدا کے سوا اور

کون ہو سکتی ہے۔

# دلیل نمبر ۹

## ایک بدو کا استدلال

کسی شخص نے ایک بدو سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی کیا دلیل ہے

تو اس نے ایسا ایمان افروز جواب دیا کہ سبحان اللہ اس نے کہا

سُبْحَانَ اللّٰهِ اَنَّ الْبَعْرَةَ لِتَدُلُّ عَلٰی الْبَعِیْرِ وَاَنَّ اَثْرَ الاَقْدَامِ لِتَدُلُّ عَلٰی الْمُسِیْرِ فَاسَّمَآءُ ذَاتَ اَبْرَاجٍ وَالاَرضُ ذَاتَ فُجَاجٍ وَالْبِحَارُذَاتَ اَمْوَاجٍ اَلاَ تَدُلُّ عَلٰی وُجُوْدِ اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ۔

ترجمہ :

جب اونٹ کی مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے اور نشانات قدم کسی چلنے والے کا پتہ دیتے ہیں تو پھر یہ برجوں والا آسمان کشادہ راستوں والی زمین اور یہ موجزن سمندر کسی لطیف و خبیر ہستی کا پتہ کیوں نہیں دیتے۔

یہ جواب ایک دیہاتی کا ہے اور دیہاتی اکثر تہذیب اور علم کی روشنی سے ناآشنا ہوتے ہیں اور پھر عرب کے دیہاتی لیکن اس اعرابی کا جواب سنہری حروف سے لکھا جانے کے قابل ہے۔

# دلیل نمبر ۱۰

## ایک بڑھیا کی دلیل

نورانی عقل رکھنے والی ایک ان پڑھ بڑھیا سے کسی نے خدا کے وجود پر دلیل مانگی تو کہنے لگی بیٹا یہ میرا چھوٹا سا چرخہ خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل ہے میں اسے جب تک نہیں چلاتی یہ چلتا نہیں اور جب میں ذرا اس سے ہاتھ ہٹا لوں یہ چلتا نہیں بلکہ رک جاتا ہے۔ اب تم خود ہی انصاف کرو کہ جب چھوٹا سا چرخہ خود بخود نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم ستاروں اور سیاروں کے چرخے خود بخود کیسے چل سکتے ہیں سائل اس بڑھیا کے اس جواب سے بڑا متاثر ہوا۔

صانع کو دیکھنا ہے تو عالم پر کر نظر
آئینہ، آئینہ ہے خود آئینہ ساز کا

# دلیل نمبر ۱۱

## علمائے کلام کا استدلال

علمائے کلام نے کائنات کی حرکت سے۔ خدا کے وجود اور اسکی وحدانیت کو ثابت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم متحرک ہے اور ہر متحرک کے لئے کسی محرک کا وجود لازمی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ اس محرک

میں کوئی چیز بالقوہ نہ ہو ورنہ اسے بالفعل کرنے کے لئے کسی دوسری ہستی کی احتیاج ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عالم ممکن الوجود ہے اور اسکی طبعیت میں کوئی نہ کوئی معنی بالقوہ رہتا ہے۔ جسے بالفعل کرنے کے لئے کسی ایسے محرک کی ضرورت ہے جس میں تمام معانی بالفعل ہوں اس اکمل اور اعلیٰ ہستی کو واجب الوجود اور خدا کہا جاتا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۲

### دلچسپ مناظرہ

حضرت علامہ مولانا مفتی انوار الحق صاحب فاضل دار العلوم فتحپوری دہلی ہماری جماعت کے بہترین عالم دین تھے۔ انہوں نے پرتگال اور جنوبی افریقہ میں اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے اور بہت سے لوگ انکی تبلیغ کے نتیجے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ فقیر راقم الحروف جب ۱۹۹۶ء میں ساؤتھ افریقہ کے تبلیغی دورے پر حاضر ہوا تو وہاں کئی شہروں میں تبلیغی اجتماعات سے خطاب کا موقع ملا۔ ان اجتماعات میں حاضر ہونے والے بعض احباب سے معلوم ہوا کہ مولانا انوار الحق صاحب نے جنوبی افریقہ میں اشاعت اسلام کا احسن طریقے سے حق ادا کیا جنوبی افریقہ میں اب بھی ان کے معتقدین کی خاصی تعداد موجود ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ ایک مرتبہ بذریعہ

بحری جہاز جنوبی افریقہ جارہے تھے۔ جہاز میں ایک انگریز دہریے سے ملاقات ہوئی اور اس کے ساتھ ایک دلچسپ مناظرہ ہوا جسکی تفصیل مولانا انوار الحق صاحب کی زبانی سنئے فرماتے ہیں کہ

ایک دن جب میں نماز سے فارغ ہوا تو انگریز دھریہ آیا اور نہایت تعجب کے ساتھ پوچھنے لگا کہ ابھی ابھی آپ یہ اٹھک بیٹھک کیا کررہے تھے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور مذہب اسلام میں یہ خدا کی عبادت کا ایک طریقہ ہے۔ خدا کا نام سنتے ہی وہ ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ خدا کہاں ہے میں نے تو آج تک اسے دیکھا نہیں اور جس چیز کو ہم دیکھ نہ سکیں اس کو محض خوش اعتقادی سے ماننے کا کیا فائدہ ہے۔ میں نے اسے کہا جناب کیا آپ میری آواز دیکھ رہے ہیں کیا آپ نے کبھی اپنی روح کو دیکھا ہے کیا ہوا آپ کو نظر آرہی ہے۔ اس دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی موجود ہیں کہ ہم انہیں دیکھتے نہیں لیکن پھر بھی ہم ان کو مانتے ہیں کسی چیز کے وجود کے لئے اسکا دکھائی دینا ضروری نہیں دیکھنے کا تعلق تو صرف قوت باصرہ سے ہے اور قوت باصرہ ہمارے ظاہر اور باطنی حواس کا 1/10 حصہ ہے تو اب آپ بتائیں کہ پھر کائنات کا 9/10 حصہ جو ہمارے دوسرے حواس سے محسوس ہوتا ہے اسکا انکار کردیں گے پھر خدا تو حواس سے محسوس ہی نہیں ہوتا وہ فہم و ادراک کی حدود سے ماوراء ہے۔ مکان و زمان اور این و آں جو ان حواس کے تعلق کے لئے لازمی

ہیں وہ ان سے منزہ اور مبرا ہے اور پھر جس چیز کو دیکھنا مقصود ہو اس کے لئے جسم کثیف کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ اپنی لطافت کے باعث نظر نہ آسکے گا۔ دیکھئے ہوا جو کہ جسم لطیف رکھتی ہے جب تک اسکے ساتھ گردو غبار نہیں ملتا اس وقت تک یہ ہمیں نظر نہیں آتی تو پھر وہ ہستی جس پر جسم کا اطلاق ہی ناجائز ہو ہمیں کس طرح نظر آسکتی ہے۔

اس پر وہ دھریہ کہنے لگا کہ جب بقول تمہارے عقل میں آتا ہی نہیں تو پھر ایسی نادیدہ اور ناقابل ادراک ہستی کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں نے اسے کہا صاحب پہلے یہ تو بتاؤ کہ عقل ہے کیا چیز جس سے تم خدا کو سمجھنا چاہتے ہو کیا تم نے آج تک اس عقل کو دیکھا ہے اسے کسی اور قوت حاسہ سے محسوس کیا ہے کہنے لگا کہ اگرچہ میں نے اسے دیکھا تو نہیں اور نہ ہی کسی اور حاسہ سے محسوس کیا ہے مگر میں نے اسے اس کے آثار سے پہچانا ہے۔ میں نے کہا صاحب جب تم عقل جیسی مخلوق چیز کو بغیر دیکھے محض اس کے آثار سے مان رہے ہو تو کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ ساری کائنات جو ان تمام عظیم الشان آثار سے بھری ہوئی ہے اس خالق و مالک کی طرف رہنمائی نہیں کرتی۔

وہ کچھ اور کہنے کے لئے تیاری کر رہا تھا کہ میں نے بحث کو مختصر کرنے کے لئے کہا اگرچہ وہ دیکھا تو نہیں جا سکتا مگر پھر بھی میں کوشش کرونگا کہ وہ

اپنی ہستی پاک کا ایک جلوہ دکھادے مگر مجھے بتایئے کہ اگر وہ اپنی ہستی کا جلوہ دکھانے کے لئے راضی ہو جائے تو دیکھے گا کون۔وہ میری اس طرز کلام سے بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ میں دیکھونگا۔میں نے اس پر اسے کہا کہ اچھا آپ پہلے مجھے "میں" دکھادیں تاکہ میں اسے خداد کھانے کی کوشش کروں کہنے لگا "میں" "میں ہوں میں نے کہا صاحب صرف میں میں کرنے سے کام نہیں چلے گا اس "میں" کو معین کرو تاکہ اسے خداد کھایا جاسکے پھر وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ یہ میں ہوں میں نے کہا یہ تو تمہارا سینہ ہے نہ کہ میں پھر اس نے سر کو پکڑا میں نے کہا یہ تو تمہارا سر ہے نہ کہ "میں" مجھے تو وہ دکھاؤ جو خدا کو دیکھنے کا متمنی ہے۔بالآخر جب ہر طرف سے تنگ آکر بہت خفیف ہوا تو میں نے کہا جیسے "میں" جسم کی دنیا میں ہوتے ہوئے بھی نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اس کو معین کیا جاسکتا ہے اس طرح رب العزت باوجود موجود ہونے کے دکھائی نہیں دیتا۔

بے حجابی اس قدر ہر شے سے ہے آشکار
اور حجاب اس پر ہے ایسا آج تک دیکھا نہیں

پھر اس نے کہا اگر وہ ہے تو پھر کہاں ہے کوئی اسکا مقام بھی تو ہوگا میں نے کہا اچھا مجھے "کہاں" دکھادیجئے تاکہ میں آپ کو اس "کہاں" میں خدادکھا سکوں۔اس نے اشارہ کیا یہاں میں نے کہا یہ کہاں تو نہیں یہ تو یہاں ہے اور

تم یہ کہہ رہے ہو کہ خدا کہاں ہے۔ لہٰذا پہلے کہاں دکھاؤ تاکہ تمہارا مطالبہ پورا کیا جائے پھر کہنے لگا وہاں میں نے کہا صاحب آپ سوال کہاں کے متعلق کر رہے ہیں اور دکھا رہے ہیں یہاں یا وہاں پہلے کہاں بتائیے۔ آخر کار کہاں نہ دکھا سکا اور اسے کہنا پڑا کہ

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے

علماء خطباء اور طلباء کیلئے بہترین جامع اور مدلل مجموعۂ وعظ

# نورانی مواعظ

از: اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر تعارف

**حصہ اوّل**
تخلیقِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، والدین کریمین کا اسلام، ولادت با سعادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و خصائل، حُلیہ مبارک اور اخلاقِ حسنہ،

**حصہ دوم**
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بچپن اور عہد شباب، مکہ میں دعوت و تبلیغ کا آغاز اور کفار و مشرکین کے مظالم، واقعہ معراج کی شان و عظمت اور حکمت و فلسفہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت، ہجرت، مواخات اور تعمیرِ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

**حصہ سوم**
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان پرور معجزات، عقیدہ ختم نبوت اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حقِ شفاعت قرآن و حدیث کی روشنی میں آیاتِ متشابہات سے شبہات کا ازالہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ وصال۔

**حصہ چہارم**
فضائلِ اہلِ بیت، سیدۂ کائنات، ازواجِ مطہرات، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے تفصیلی حالات اور فضائل و مناقب، یزید کے احوال اور واقعہ کربلا کا مفصل بیان۔

**حصہ پنجم**
فضائلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن و حدیث کی روشنی میں سیدنا صدیقِ اکبر، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمانِ غنی، سیدنا مولا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی اور فضائل و مناقب کا بیان۔

**حصہ ششم**
اولیاء کرام کی شان و عظمت قرآن و حدیث کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالاتِ زندگی، رتبۂ علم و ولایت، اخلاق اور کرامات و فضائل کا بیان۔

ناشر: مکتبۂ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد

علامہ مولانا محمد صدیق ملتانی صاحب

دیگر بہترین کتب

## فلسفہ ارکانِ خمسہ

اس کتاب میں کلمہ کے اسرار نماز کے اوقات میں حکمتیں پانچ نمازیں کیوں فرض کی جاتی ہیں زکوٰۃ کے کیا فوائد ہیں روزے کا فلسفہ بڑے حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے حج کے فوائد اور اس کے بین الاقوامی ثمرات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے کتاب ترغیب وترہیب کا ایک حسین امتزاج ہے اس کتاب میں قرآن وحدیث سے ... بہترین بحث کی گئی ہے

## الصلوٰۃ والسلام قبل الاذان علی حبیب الرحمٰن ﷺ

اہلِ سنت وجماعت اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ کچھ لوگ نہ ... نہیں بلکہ پڑھنے والوں پر فتوے لگاتے ہیں اس کتاب میں معترضین کی اپنی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس درود وسلام کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اذان سے پہلے درود وسلام صدیوں سے پڑھا جارہا ہے اور پڑھنے والوں کو اجر وثواب ملتا ہے

## عقائد اہلِ بیت

حضور ﷺ کے اہلِ بیت میں آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اولاد حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت عباس، اور حضرت جعفر طیار کی اولاد شامل ہے ان سب کے عقائد وہی تھے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد ہیں لہٰذا اہلسنت وجماعت کا مسلک برحق ہے اور یہی جماعت صراطِ مستقیم پر ہے اس کتاب میں ان تمام امور پر بحث کی گئی ہے۔

## ستر ہزار فرشتے

یہ کتاب علم کا گلدستہ ہے اس میں وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جن میں ستر ہزار فرشتوں کا ذکر ہے میدانِ خطابت میں نوواردوں کے لئے ایک سرمایہ ہے انداز تحریر عالمانہ لیکن عام فہم ہے اعمالِ صالحہ کی ترغیب کا سرچشمہ ہے صحابہ کرام اولیاء عظام اور بزرگانِ دین کے واقعات سے مزین علمی مرقع ہے۔

## علمی جواہر پارے

اس کتاب میں سو سوالوں کے جوابات دیے گئے ہیں یہ کتاب کیا ہے گویا ... موتیوں کا مجموعہ ہے اس کتاب کو پڑھنا شروع کردیں تو چھوڑنے کو دل نہیں کرتا بعض احباب کے تاثرات یہ ہیں کہ ایسی دلچسپ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری اور جوابات عجیب وغریب ہیں علم میں اضافے کا موجب ہے بلکہ علم کا مزید شوق ... والی کتاب ہے۔

## من دونِ اللہ کون ہیں؟

... کچھ لوگ ایسے ہیں جو بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات ... کر کے اپنی بد باطنی کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کتاب میں ... صراطِ مستقیم دکھائی گئی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا ... من دون اللہ ہیں وہ بت ہیں اور انبیاء واولیاء من دون اللہ نہیں ہو سکتے

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد